مسلسل اشاعت کے پچپن سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

655-657 / رجب تا رمضان ۱۴۴۱ھ مارچ۔مئی ۲۰۲۰

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

SHOT ON itel
AI DUAL CAMERA

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر.................. 55
شمارہ نمبر 6-8
رجب تا رمضان...... ۱۴۴۱ھ
مارچ تا مئی ۲۰۲۰

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: عالمی وبا کورونا کی بیماری تازیانہ عبرت یا انسانی کارستانی؟ .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- عالمی وبائی مرض کرونا میں رمضان المبارک کیسے گزاریں؟ ...... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۹
- دار العلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر .... شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب ۱۵
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی ۲۴
- کورونا وائرس اور دینی مدارس .... مولانا محمد حنیف جالندھری ۳۴
- تراویح کی رکعتوں کی تعداد .... ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی ۳۷
- قومی زبان اردو سے بے اعتنائی کیوں؟ .... پروفیسر محمد یونس میو ۵۱
- بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۴
- مولانا عبد القیوم مہاجر مدنیؒ کا مرتب کردہ وصیت فارم پر اکابر کی آراء ...... مولانا محمد اسحاق ۶۱
- معروف عالم دین قاضی فضل اللہ کے حالات زندگی ...... انٹرویو: مولانا سعید الحق جدون ۶۸
- جمہوریت اور حاکمیت عوام .... محمد اسرار مدنی/حافظ محمد عامر ربانی ۷۳
- دار العلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبد الحق ثانی ۷۷
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۸۶

نوٹ۔ عالمی کورونا وباء اور طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے ماہنامہ ''الحق'' تین ماہ کے شماروں پر مشتمل ہے

655-657 / رجب تا رمضان ۱۴۴۱ھ مارچ۔مئی ۲۰۲۰

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک $40 امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز مولانا راشد الحق سمیع

عالمی وبا کورونا کی بیماری
تازیانہ عبرت یا انسانی کارستانی؟

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

۹/۱۱ کے بعد امریکہ نے جس طرح سیاسی دفاعی ،ٹیکنالوجی اور عسکری لحاظ سے بزور قوت دنیا کو تبدیل کرادیا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنا نیو ورلڈ آرڈر کا ایجنڈا دنیا پر تھوپ دیا اس کا یہ زعم اور برتری کا نشہ اپنی حاصل کردہ معاشی ،عسکری اور خصوصاً سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی کی بنیاد پر تھااور اسی طرح دیگر بڑی عالمی سیاسی ،اقتصادی اور ترقی یافتہ ممالک جیسے مغرب، چین، روس، جاپان اور دیگر چھوٹے بڑے ممالک نے بھی اپنی برق رفتار ترقی اور جدید سائنسی ایجادات کی بنیاد پر پاؤں تکبر وغرور کے باعث آسمان کی جانب کردیئے تھے اور وہ کئی عرصے سے بار بار یہ نام نہاد دعویٰ کررہے تھے کہ ہم نے زمین وآسمان کو اپنے علوم وفنون اور جدید ٹیکنالوجی کے باعث مسخر کردیا ہے اور کرہ ارض کے بحر وبر کو زیروزبر کرنے کے بعد چاند تاروں ، کہکشاؤں سے بڑھ کر اب آسمانوں پر بھی اپنی فتوحات کی کمندیں ڈال دی ہیں اور العیاذ باللہ روسی سائنسدان اور حکام تو یہاں تک بکنے لگے کہ خلاؤں میں تو ہمیں کہیں مسلمانوں کا خدا نظر نہیں آیا، نہ ان کی جنتیں نظر آئیں اور نہ جہنم؟ بالآخر ان کوتاہ بین کفار کو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ سرکش ونافرمان اقوام کی طرح سبق سکھانا ہی تھا،اسی لئے خالق کائنات خدائے لم یزل ولایزال اور وحدہ لا شریک ذات نے ان متکبرین اور زمینی مصنوعی ’’خداؤں‘‘ کو ایک معمولی نظر نہ آنے والے جرثومہ (وائرس) کے ہاتھوں شکست دے کر بالکل اپاہج ومفلوج کردیا ......

غرّہ اوجِ بنائے عالم امکاں نہ ہو اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

اور اب جب تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود، صفات، قدرت و جبروت اور اپنے مسلط کردہ عذاب سے ان کی اندھی آنکھیں اور بند کان کھول دیئے ہیں اور انہیں مجبور ولاچار کرا کر اپنی توحید کا

ترانہ یعنی اذانیں ان کے شہر شہر میں جاری کرادی ہیں۔ ع جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

قدرت اور اسلام کا اس سے بڑا معجزہ کیا ہوگا کہ اسپین میں سینکڑوں سال سے بند مساجد میں اذانیں وہاں کے حکام نے ہی دلوائیں اور تو اور اسلام دشمن امریکی حکمران ڈونلڈ ٹرمپ بھی خدا کی لاٹھی پڑنے کے بعد لرز گیا اور اس ''جبارِ ارض'' نے بھی جبارِ آسمان کے سامنے اپنا سر سرنگوں کر دیا اور حقیقی شہنشاہ سے مدد کی درخواست کی اور امریکن قوم سے دعاؤں کی اپیل کی کہ اللہ تعالیٰ امریکہ کو اس وباء سے نجات دلائے اور امریکہ کی مدد کرے۔اٹلی کے وزیر اعظم نے بھی روتے ہوئے اللہ سے معافی طلب کی کہ ہم قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہم اس وبا کے سامنے مکمل بے بس ہو گئے ہیں اور پھر سب سے عجیب تر منظر دنیا کی نگاہوں نے اس وقت دیکھا جب اٹلی کے ایک بہت بڑے تفریحی مقام کے مرکزی چوک میں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور خصوصاً بے دین ،لبرل اور لا مذہب لوگوں نے بھی سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر اپنے ماتھے رب العالمین کے سامنے ٹیک دیئے اور رو رو کے اپنی بیچارگی کا اعلان کیا کہ اے اللہ! تو ہی ہمیں بچالے، ہمارے بچوں اور شہریوں کو اپنے غیظ وغضب سے نجات دلا دے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے تمام سرکش ممالک اور ظالم اور خدا فراموش انسانوں سے اس وائرس کے ہاتھوں ناک کی لکیریں کھنچوا دی ہیں اور ان کے تکبر سے اکڑی گردنوں کا سریا ایک کمزور سے جرثومے کے باعث پگھل گیا ہے، ان کی ساری سائنس وٹیکنالوجی اور خصوصاً جدید میڈیکل طب کے بخیے ادھیڑ دیئے گئے، کل تک کلوننگ اور جینٹک انجینئرنگ کے ذریعے انسان کی تخلیق کرنے والا مغرب اور خصوصاً موت کو شکست دینے کے قریب پہنچنے والے سائنسدانوں کے جعلی نعروں کی ساری ڈاکٹری اور ٹیکنالوجی دھری کی دھری رہ گئی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ

دور حاضر کے معروف مصنف و سائنسدان (ملحد) پروفیسر یوول نوح ہراری کے مطابق اکیسویں صدی یا بائیسویں صدی میں سائنس موت کا علاج دریافت کرے گی جس کی وجہ سے نعوذ باللہ دنیا سے مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا مگر کورونا وائرس (Covid-19) نے جدید سائنس کی کئی تحقیقات کو غلط ثابت کر دیا کیونکہ قدرت نے یہ ثابت کر دیا کہ انسان کی موت کے لامتناہی اسباب ہیں جس سے جدید دنیا ابھی تک ناواقف ہے، کورونا وائرس اس کی زندہ مثال ہے۔آخر کار سائنس وٹیکنالوجی کو اپنا ''رب'' ماننے والوں کو حقیقی رب کی قدرتوں اور طاقتوں کی دہلیز پر سر جھکانا ہی پڑ گیا۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ کورونا وائرس کوئی زندہ اور جاندار شے بھی نہیں بلکہ بیکٹیریا سے بھی کمتر درجہ میں ہے، اصلاً یہ ایک پروٹین مالیکیول ہے، چونکہ یہ زندہ نہیں ہے اس لئے اسے مارا بھی نہیں

جاسکتا بلکہ اسے تحلیل وتباہ کیا جاتا ہے پھر کورونا وائرس جسمانی ساخت کے لحاظ سے بھی بہت کمزور ہے، مگر دیکھئے کہ اس کورونا نے بڑے بڑے طاقتور اور بگڑے ومست کفار کواز سرنو اللہ تعالیٰ ، مذہب اور انسانیت کی طرف گامزن ومتوجہ کردیا ہے اور پھر قدرت کی مسلط کردہ اس مجہول بیماری ''کورونا'' نے دنیا کی سماجی، معاشی، اقتصادی اور طبی شعبوں کو تبدیل کرانے کی بنیاد ڈال دی ہے۔

اللہ تعالیٰ جب متکبروں اور سرکش انسانوں کو شکست دینا چاہے تو وہ پھر بڑی قوتوں اور فوجوں سے اُسے نہیں مارتا بلکہ نمرود جیسے حکمران کو معمولی سے مچھر سے ختم کرتا ہے اور اکیسویں صدی کے مغرور انسانوں اور ظالم حکمرانوں کو معمولی سے ''وائرس'' سے سبق سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معمولی سے وائرس کے خوف کے ذریعے ساری دنیا میں سناٹا طاری کرادیا ہے، بڑے بڑے شہر، ایئرپورٹس، فیکٹریاں، فوجی بیرکیں، عظیم الشان بازار، لاکھوں میل پر محیط شاہراہیں، الغرض ہر چھوٹی بڑی چیز بند، ہر شے ویران ، ہر سو موت کے سائے اور ساری رونقیں ومزے کافور کرادیئے ہیں، آج لبرلز میرا جسم میری مرضی کے نعرے پر شرمندہ ہیں، ملحد اور لامذہب اللہ تعالیٰ کے وجود کو ماننے پر مجبور، لاس ویگاس کے تمام جوئے خانے اور نائٹ کلب بحکم خداوندی بند، ایمسٹرڈیم اور یورپ بلکہ دنیا بھر کے ریڈ لائٹس ایریاز بند، شراب خانے ،زنا کے اڈے ، جوئے خانے ،نائٹ کلبس بند ہوگئے اور یہاں تک کہ امریکہ میں سودی نظام صفر کرا دیا یعنی بند ہونے کے قریب ہوگیا۔ الغرض گناہ اور سرکشی کے سارے ذرائع اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن کے ذریعے بند کرادیئے ہیں۔ الحکم للّٰہ

عصر حاضر کی مادہ پرستانہ دنیا سرمایہ دارانہ نظام کے عفریت کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے ، ہوس زَر، تن پروری ، شکم سیری کا اسیر یورپ اور دنیا بھر کا ساہوکارانہ بیمار نظام پر کورونا کے باعث اب نزع کی کیفیت طاری ہے، یہ جاں بلب مریض بربادی کے گورستان کے دروازوں پر پہنچ گیا ہے، اب اس مردِ بیمار مغرب کو نسخہ شفاء سائنس ومادیت کے زہرآلودہ ساغر جسے اہل مغرب شراب زندگی کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی کیسے تعفن زدہ ماحول فراہم کرسکتا ہے؟

آج دنیا کو جس نسخہ کیمیاء، آب شفاء اور مسیحا کی ضرورت ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام اور اس کے روحانی وباطنی طہارت ودین فطرت کے نسخے کو اپنانے میں ہی پنہاں ہے، جس کا اعتراف انگلینڈ اور امریکہ کے پروفیسرز، دانشور ببانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ دیگر مذاہب اور اقوام کے مقابلے میں مسلمانوں کو اس وائرس نے بہت کم متاثر کیا ہے کیونکہ اسلام ظاہری و باطنی طہارت اور حلال و حرام کے فلسفہ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اسی باعث دنیا بھر میں مسلمانوں کی اموات اور متاثرین کی تعداد ان کے مقابلے میں کم نظر آرہی ہے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ کل تک مسلمانوں کے چہروں اور

سروں سے نقاب اور برقعہ چھیننے والے اور طنز کرنے والے آج مغرب کی خدابیزار تہذیب اور نام نہاد ننگ دھڑنگ تمدن، حفاظتی لباس، چہرے پر ماسک بلکہ نقاب و دستانے پہننے پر مجبور ہے۔آج وہ خود کسی سرکس کے جوکر ومزاحیہ کردار بن کر شاہراہوں، ایئرپورٹوں، سوشل میڈیا کے ویڈیوز میں اللہ تعالیٰ کے مسلط کردہ وائرس کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہوکر مضحکہ خیز حرکتیں کررہے ہیں۔

اَبروباد اور مہ وخورشید، آسمان وزمین سب انسان کی دست بُرد کی تباہ کاریوں، کارخانوں، مشینوں، گاڑیوں کے زہریلے دھوؤں وغیرہ کے باعث گردآلود ہوچلے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کورونا کے ذریعے سارے عالم کے ماحول کی آلودگی کو بھی ازسرنو حیات وتازگی بخش دی اور اووزن (Ozone Layer) کی تہہ میں جو بہت بڑا شگاف پڑ گیا تھا اس کی بھی رفو گری کرا دی، جس سے کئی خطرناک امراض پھیلنے کا خطرہ تھا۔اسی طرح مغرب خاندانی منصوبہ بندی کے نظریہ پر کافی عرصہ سے کام کررہا تھا، لاک ڈاؤن کے بعد کئی عالمی اداروں نے کھل کر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ہماری کئی دہائیوں سے جاری خاندانی منصوبہ بندی اس بحران کے باعث ہواؤں میں پرزوں کی طرح اُڑ گئی اور دنیا کی آبادی میں اس طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے سال بعد کروڑوں انسانوں کی آمد متوقع ہے۔

ع تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

اسی طرح اس ننھے ''غریب وائرس'' نے دنیا بھر میں عالمی اقتصادی بحران بھی کھڑا کردیا ہے، امریکہ، چین، یورپ، روس اور دنیا بھر کے ترقی یافتہ ممالک کے کھربوں ڈالرز کا نقصان ہوگیا ہے۔ان کے کئی عظیم الشان مستقبل کے منصوبے ملتوی ہوگئے ہیں، اسٹاک ایکسچینج کریش ہوگئی اور کروڑوں لوگ بیروزگار ہوگئے ہیں اور خصوصاً تیل کی عالمی مارکیٹ بدترین بحران سے گزر رہی ہے، تقریباً تین دہائیوں میں آئل انڈسٹری کا یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ایک نظر نہ آنے والے کمزور وائرس کے مقابلے میں سپر پاورز امریکہ چین، سات ایٹمی ممالک، جی ایٹ گروپ، نیٹو افواج، اقوام متحدہ، ڈبلیو ایچ او وغیرہ تمام شکست کھا کر عاجز ہوگئیں ہیں اور ڈبلیو ایچ او نے تو واضح اعلان کردیا ہے کہ اس کی ویکسین کی تیاری میں برسوں کا وقت لگ سکتا ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا بھر میں کورونا کے مریضوں اور متاثرین کی اب تک کی تعداد بیالیس لاکھ سے متجاوز جبکہ دولاکھ اسی ہزار سے زائد اموات ہوچکی ہیں اور پندرہ لاکھ سے زائد صحت یاب ہوچکے ہیں لیکن اب بھی ہمارے پاکستان اور ایشیاء میں کئی حضرات ایسے سادہ لوح بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں جو اسے ایک سازش، جھوٹ اور فریب سمجھ رہے ہیں۔اب ان سادہ لوح

لوگوں کی عقل پر ماتم اورافسوس ہی کیا جاسکتا ہے، جو ایک زندہ جاوید حقیقت کو افسانہ سمجھ رہے ہیں۔ بیماری اور وباء اپنی جگہ پر مسلمہ حقیقت ہے البتہ اس میں اختلاف پایا جارہا ہے کہ امریکہ اورآدھی دنیا یہ سمجھ رہی ہے کہ یہ man made ہے یعنی اِسے چین نے لیبارٹری میں بنایا ہے اور چین اوردیگر مما لک اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ یہ امریکہ، برطانیہ اورخصوصاً اسرائیل کی کارستانی وایجاد ہے جبکہ ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط کردہ وبائی مرض اور قدرت کی طرف سے تازیانہ عبرت اورناراضگی کی علامت ہے جسے وقتاً فوقتاً سرکش انسانوں کی اصلاح وتنبیہ کی خاطر اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔حدیث میں وباء کومسلمانوں کے لئے رحمت اور کفار کے لئے عذاب قرار دیا گیا ہے۔حلال وحرام میں تمیز نہ کرنا کورونا وائرس کی بنیادی وجہ بنی،اکیسویں صدی کا انسان مقامِ انسانیت سے گرکر ڈرون کے نظریہ ارتقاء کی فریب کاریوں کا شکار بن گیا تھا اور اسی لئے تو یہ بندر، خنزیر،سانپ، چمگاڈر، کتے، چھپکلیاں،الغرض دنیا کی تمام حشرات الارض کو ہڑپ کرنے والا درندہ بن گیا تھا اور تمام حدودوقیودتوڑ کرنعرہَ انا الحیوان میں ایک مہذب حیوان ہوں تو اس کا رزلٹ ،ہم جنس پرستی ،کورونا وائرس ،ہیپاٹائٹس ،کینسر،ایچ آئی وی اوردیگر مہلک امراض وبے سکونی اور دنیا ومافیہا کی تباہی کی صورت میں سامنے آیاظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ آج دنیا کی ایسی مہیب اورمکروہ تصویر سامنے نظر آرہی ہے کہ آسمان نے ایسی دنیا کی بدصورتی ،خوف و انتشار کی پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔موجودہ بے یقینی ،بے چینی ،خوف واضطراب ،پریشانی اور سراسیمگی کا مداوا اور جبیرہ صرف مذہب اسلام ہی میں ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

آج مغرب کے سینہ ویراں میں اسلام ہی جان رفتہ لاسکتا ہے، ہم مغرب اوردنیا بھر کے انسانوں سے اب بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر مستقبل کی دنیا کو آپ نے وائرسز (بائیولوجیکل وار)اورایٹمی حملوں سے مزید بچانا ہے اور مساوات اورامن وآشتی کیساتھ مل جل کررہنا ہے تو پھرآ ؤ اسلام کے دامن رحمت وسایہ عافیت کی طرف جو کہ دین فطرت وطہارت کا نسخہ شفاء ہے، اس کی روشن تہذیب وتمدن اورمسلم معاشرت کی طرف کہ یہی موجودہ دنیا کی وباؤں اورمصیبتوں کا مداوا اورملجا و ماویٰ ہے اور اس مسیحا وروحانی طبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے شفاخانہ پر جہاں پر شفائے کاملہ اورحقیقی پرسکون زندگی کی ہدایت سے لبریز جام اور پیمانہء رُشد ملتے ہیں،جسکی لذت وسرور عارضی نہیں دائمی ہے اورجسکا ذائقہ کڑوا کسیلا نہیں بلکہ شیریں اورخوشبودار ہے اوراسلام کے شجرہ طوبیٰ

کی فرحت وشفاء بخش چھاؤں میں آ جاؤتو تمہاری ساری مصیبتیں اور کوفتیں ،روحانی و جسمانی بیماریاں دور ہوجائیگی۔کل تک تو متکبر ٹرمپ نقارہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ بجایا کرتا تھا،آج اس بڑے جابر وقاہر کی گرجنے والی زبان وبائی دور میں گنگ نظر آرہی ہے،عظمتوں کے مالک خدائے بزرگ و برتر کے سامنے دنیا بھر کے حکمران لرزان وترسان چپ سادھے نظر آرہے ہیں۔احکم الحاکمین کی خدائی کے سامنے سب ہیچ ہو گئے ہیں(العظمة لله) فانی طاقت کے گھمنڈ پر نازاں مغربی واسلامی حکمران کروڑوں انسانوں کے امن وسکون کے غارت گران موت کے پنجوں کے خوف سے محلات میں سہمے سہمے نظر آرہے ہیں اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ

آہ! آج غافل حضرت انسان موت اور وبا کے سامنے کتنا لاچار اور بے بس نظر آرہا ہے، اور وہ زوال وفنا کے دام میں بندھا نظر آرہا ہے،آج اس کی ساری طاقت، شوکت ،قوت،رعیت، سیاست، دولت ،ثروت وٹیکنالوجی اس کا ساتھ نہیں دے رہی ،دنیا کی اس بے ثباتی اور قانونِ اجل کے بے رحم احتساب سے دنیا بھر کی خدافراموش اقوام اور خصوصاً مسلم خوابیدہ کچھ تو عبرت حاصل کرے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

جامعہ کے جدید دارالتدریس (اکیڈمک بلاک) کے دفاتر کا افتتاح

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے جدید دارالتدریس (اکیڈمک بلاک) کے دفاتر کی مختصر افتتاحی تقریب کا بروز پیر۱۳اپریل ۲۰۲۰ بوقت دو بجے اہتمام کیا گیا،جس میں دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق، نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیربابا جی، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ،شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس،مولانا عبدالقیوم حقانی، مدیر ماہنامہ الحق مولانا راشدالحق سمیع،مولانا سید یوسف شاہ،مولانا لقمان الحق حقانی ،مولانا عرفان الحق حقانی،مولانا سلمان الحق حقانی،مولانا بلال الحق حقانی،مفتی ذاکرحسن،ممبرصوبائی اسمبلی جناب ادریس خٹک،ٹھیکیدار محمد اجمل صاحبان سمیت کثیرتعداد میں اساتذہ ومشائخ اور منتظمین و معاونین نے شرکت کی، دارالعلوم حقانیہ کی یہ عظیم الشان پانچ منزلہ ایک لاکھ اکتیس ہزار اسکوائر فٹ بلڈنگ فن تعمیر کا شاہکار ہے، الحمدللہ اس بلڈنگ کا سٹرکچر مکمل ہوگیا ہے اوراس میں اسباق کا باقاعدہ آغاز تو گزشتہ سال بروز پیر۲۴جون ۲۰۱۹ کو ہی کر دیا گیا تھا۔اس تقریب کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''معزز شیوخ کرام ومہمانان گرامی! جیسا کہ بتایا گیا کہ یہ ایک مختصر تقریب ہے آئندہ انشا اللہ اس کی

تکمیل وتزئین کے اختتام پر باضابطہ افتتاح کیا جائیگا جوکہ بہت بڑے پیمانے پر منعقد کیا جائے گا، اس عمارت کا ایک عظیم الشان پس منظر، ہے اس میں بڑے ذوق وشوق کا مظاہرہ جس شخصیت نے کیا تھا آج وہ شخصیت ہمارے درمیان نہیں ہے، آج اس تقریب میں ان کی شدید کمی محسوس ہورہی ہے وہ شخصیت شیخ الحدیث شہید ختم نبوت حضرت مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ کی تھی، ان عظیم الشان منصوبوں کے محرک اور داعی مولانا سمیع الحق شہید ہی تھے، انہوں نے اس بلڈنگ اور مسجد کی تعمیر کیلئے بھرپور توجہ دی، یہ ان کی خواہش تھی کہ جامعہ حقانیہ میں ایک عظیم الشان پانچ منزلہ جدید دارالتدریس (اکیڈمک بلاک) بنے اور ایک عظیم الشان جامع مسجد بنے۔ اللہ کو ایسا ہی منظور تھا اور دونوں منصوبے تکمیل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ آج اگر حضرت مولاناؒ حیات ہوتے اور یہ پرمسرت تقریب دیکھتے اور ان دفاتر وتعمیرات کی تکمیل ومنتقلی پر کس قدر خوش ہوتے۔ ان کی تمنا تھی کہ مدرسہ ترقی کے منازل طے کرے، بہتر سے بہتر عمارات بنیں، ہر قسم کی سہولیات اس میں موجود ہوں، تاہم یہ سارے منصوبے ان کے نامہ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور یہ قرآن وحدیث کے مراکز کی تعمیر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں گے، یہ جو ہم نے تقریب کا انعقاد کیا ہے یہ انہیں کی مساعی اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک عظیم الشان اکیڈمک بلاک کا افتتاح کررہے ہیں، اس میں جناب محمد ادریس خٹک صاحب کی مساعی کا بہت زیادہ حصہ ہے، یہ سارا منصوبہ انہوں نے شروع کرایا ، میں مدینہ منورہ میں تھا کہ انہوں نے مجھے فون پہ آگاہ کہ میں نے جامعہ کیلئے اکیڈمک بلاک کو منظور کرا دیا ہے، مجھے بہت خوشی ہوئی، اب یہاں ان کے نام کا ذکر کئے بغیر یہ تقریب نامکمل شمار ہوگی، انہوں نے بہت سارا کام کیا ہے، اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے اس بلڈنگ کی تعمیر میں حصہ لیا اور رات دن اس کی خدمت میں صرف کی، مولانا یوسف شاہ صاحب اور بالخصوص مولانا راشد الحق سمیع صاحب انہوں نے دن رات ایک کرکے خوب محنت کی اور مسجد اور تعمیرات کیلئے اپنے آپ کو وقف کررکھا ہے یہ سب انہیں کی محنتیں ہیں، باقی بہت سارے لوگوں کی محنتیں بھی اس میں شامل ہیں جو مولانا راشد الحق سمیع کو معلوم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی محنتیں قبول فرمائے اور اللہ اس عمارت کو بھی سابقہ دارالتدریس کی طرح قبولیت عطا فرمائے۔'' نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے بھی اس موقع پر تمام شخصیات اور اداروں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس بلڈنگ کی تعمیر میں ہر ممکن تعاون کیا۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیربابا جی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب حضرات نے بھی مختصر تقاریر اور دعائیں کیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

عالمی وبائی مرض کورونا میں رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الكريم امابعد فاعوذباللّٰہ من الشيطان الرجيم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ** (البقرة:۱۸۵)

وعن ابی هريرة رضی اللّٰہ عنه قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا دخل رمضان :فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين وفی رواية ابواب الرحمة (رواه بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بندکردیئے جاتے ہیں اورشیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔''

محترم سامعین ! رمضان المبارک کے پرنور ماحول میں ایک بار پھر پہنچ چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر یہ بڑا عظیم کرم ورحم ہے کہ رمضان کے قیمتی اورمحبوب ایام میں اپنی محبوب عبادت کیلئے زندگی اورتوفیق عطا فرمائی ،حالانکہ ہم اپنے اعمال کی وجہ سے ایسے حالات سے دوچار ہیں کہ جن ذرائع اورافعال سے رب راضی اورخوش ہوتا ہے وہ درودیوار ہم پر بند ہورہے ہیں۔

کورونا وائرس اورمساجد کی بندش

آج تمام دنیا ایک چھوٹے سے وائرس کی لپیٹ میں ہے، ہر بنی نوع انسان پریشان ہے عبادت کے وہ عظیم مراکز جومسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی عبادتوں ،ریاضتوں ،ذکرواذکار،توبہ و استغفار، عجزوانکساری ،آہ وزاری کے مظاہر ہیں ،جہاں پرمؤمن عبادت کی عجیب لذت محسوس کرتا ہے آج وہ مراکز یعنی حرمین شریفین بھی مسلمانوں پر بند چکے ہیں ،یہ پریشانی اور وباء اگر ایک طرف عالمی طور پر بیماری کی صورت میں پھیلی ہے تو دوسری طرف یادرکھیں یہ ہمارے اعمال بدکا نتیجہ اور

انجام ہے۔قرآن مجید میں رب تعالیٰ بڑے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (الروم:٤١)

''کہ خشکی وسمندر میں جوفساد بھی برپا ہوتا ہے تو اس کا محرک انسانی عمل ہے۔''

رمضان المبارک کی اہمیت

بہرحال ان مشکل وپریشان کن آزمائش کی گھڑی میں رمضان کی آمد ہمارے لیے بڑی خوش آئند ہے کہ ان مبارک روز وشب میں اپنے گناہوں کی رب سے معافی مانگیں اور اس عظیم وباء سے حفاظت کیلئے رب کے حصار میں داخل ہوجائیں۔بہرحال امسال رمضان المبارک ایک بڑی اہمیت کا حامل رمضان ہے کہ اس کا لمحہ لمحہ رب کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزاریں،رب سے اپنے گناہوں کی گڑگڑا کر معافی مانگیں کیونکہ مؤمن کیلئے اطاعت میں رکاوٹ کا سب سے بڑا ذریعہ اور سبب ابلیس ہے اور وہی ابلیس رمضان المبارک میں پابند سلاسل کردیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اذاكان اول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم يغلق منها باب وينادى مناد ياباغى الخير اقبل ويا باغى الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذلك كل ليلة (رواه الترمذی وابن ماجه)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،ان کا کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب! قدم بڑھا کے آ اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق! رک،آگے نہ آ! اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گنہگار) بندوں کو

دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی انکی مغفرت کا فیصلہ فرمایا دیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

رمضان میں نیکیوں کی طرف رغبت

حدیث مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ نافرمانی کے تمام ذرائع اور سنٹرز بند ہوجاتے ہیں، اس کا مشاہدہ ہم رمضان میں محسوس بھی کرتے ہیں کہ ہر شخص نیک بن جاتا ہے، مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام ہونے لگتا ہے حتی کہ ہم ایسے اللہ کے بندوں کو بھی مسجد میں دیکھتے ہیں جو سال بھر مسجد کے دروازے سے بھی نہیں گزرتے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان میں شیطان بند کردیا گیا ہے لیکن بعض اوقات ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ رمضان المبارک میں بھی اسی طرح گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں جیسے غیر رمضان میں تو یہ بات یادرکھیں کہ ہر گناہ ہم سے شیطان ہی نہیں کرواتا۔ہم گناہوں کے ایسے عادی بن چکے ہیں کہ یہ گناہ اب ہمارے طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔اس لیے رمضان میں بھی یہ اپنے عادت کے مطابق زندگی بسر کررہے ہیں۔

قیمتی لمحات

میرے محترم دوستو! انتہائی قیمتی ایام ہیں جس میں ہر عمل کا بدلہ بڑا بڑا چڑھا کر مؤمن کو دیا جاتا ہے جیسا کہ ارشادی نبوی ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كل عمل ابن اٰدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبعما ئة ضعف قال اللّٰه تعالىٰ الاالصوم فانه لى وانا اجزى به يدع شهوته وطعامه من اجلى للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عندلقاء ربه ولخلوف فم الصائم اطيب عنداللّٰه من ريح المسك والصيام جنة واذاكان يوم صوم احدكم فلايرفث ولايصخب فان سابه احد اوقاتله فليقل انى امرء صائم(رواه بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ کی فضیلت اورقدر و قیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر

اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس امت مرحومہ کے اعمال خیر کے متعلق عام قانون الٰہی یہی ہے کہ ایک نیکی کا اجر اگلی امتوں کے لحاظ سے کم ازکم دس گنا ضرور عطاء ہوگا اور بعض اوقات عمل کرنے کے خاص حالات اور اخلاص وخشیت وغیرہ کیفیات کی وجہ سے اس سے بھی بہت زیادہ عطاء ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض مقبول بندوں کو ان کے اعمال حسنہ کا اجر سات سو گنا عطاء فرمایا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس عام قانون رحمت کا ذکر فرمایا) مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجروثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا) روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک ومولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرف باریابی کے وقت اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے (یعنی انسانوں کے لیے مشک کی خوشبو جتنی اچھی اور جتنی پیاری ہے اللہ کے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو اس سے بھی اچھی ہے) اور روزہ (دنیا میں شیطان ونفس کے حملوں سے بچاؤں کے لیے اور آخرت میں آتش دوزخ سے حفاظت کیلئے ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شوروشغب نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہو)

آداب واحترام کے ساتھ روزہ رکھنے کا اہتمام

محترم ساتھیو! ان مبارک روز وشب کی فضیلتیں حاصل کرنے کیلئے ان کی قدر کرنا ہوگی۔ روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ مکمل آداب واحترام کے ساتھ روزہ کا اہتمام کریں مشائخ وبزرگان دین نے روزے کے چند آداب ذکرفرمائے ہیں کہ جن آداب کا لحاظ کرنا ہی اصل روزے کی طرح ہے اگر ان امور کی پاسداری نہ کی گئی تو پھر روزہ نام کا روزہ تو ہوگا مگر اس پر جو

فضلتیں واجر کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے محروم ہوگا،ان آداب میں سب سے پہلے نگاہ کی حفاظت ہے کہ ہماری نظر کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچار ہے تو حق تعالیٰ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں کہ جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے،صوفیائے کرام نے بے محل کا مطلب یہ بیان کیا کہ ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کی حق تعالیٰ شانہ کی یاد سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کردے۔

دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے ،جھوٹ ،چغل خوری، لغوبکواس ،غیبت ،بدگوئی ،بدکلامی ،جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے ۔اس لیے روزہ دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر جھگڑاوغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اس سے نہ الجھے اگر وہ سمجھنے والا ہوتو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بے وقوف ناسمجھ ہوتو اپنے دل کو سمجھادے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے۔

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں ۔اسی طرح فحش باتیں،غیر محرم کی گفتگو، گانا ساز و باجے سننے کا اجتناب لازمی ہے۔

چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے۔اس کا حال اس شخص کا سا ہے جو کسی مرض کیلئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا زہر بھی ملالیتا ہے کہ اس مرض کیلئے تو وہ دوا مفید ہوجائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کردے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر جائے اس لیے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہوجاتی ہے، گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی

ہوجائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔

چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لیےضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابل قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے یہ منہ پر ماردیا جائے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں بھی چند گزارشات

محترم سامعین ! رمضان المبارک میں اگر ہم ان آداب کے ساتھ روزوں کا اہتمام کریں تو ان شاء اللہ حقیقی طور پر رمضان کے اجروثواب حاصل کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو اس وباء سے نجات دلائے گا ، بہرحال ان موجودہ حالات کے تناظر میں بھی چند گزارشات آپ حضرات کے سامنے رکھتا ہوں کہ ان حالات میں سب سے پہلے جس امر کی اشد ضرورت ہے اور ایمرجنسی طور پر عملی زندگی میں لانا ہے تو وہ ہے کثرت استغفار۔ ہر بیماری وعذاب اسی طرح ہر مشکل و پریشانی کا آنا گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طوفان ،بارش ،سورج گرہن وچاند گرہن وغیرہ کے حالات میں جلد ہی مسجد تشریف لے جاتے اور استغفار ونوافل کا اہتمام کرتے ،مشکل حالات میں دعائے یونس علیہ السلام کا اہتمام مجرب ترین ہے کہ روزانہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا وظیفہ کثرت سے کریں، اس کے علاوہ صبح و شام نماز کے بعد بسم اللّٰہ الذی لایضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم تین تین بار پڑھیں۔

اسکے علاوہ اعمال کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا بھی شریعت کا تقاضہ ہے۔ان حالات میں ماہرین طب جو اختیاطی تدابیر بتارہے ہیں ان پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔تیسری بات کہ میڈیا پر کان نہ دھریں ۔ہم بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق ذات مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کرنا چاہے تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی اور جو کام اللہ تعالیٰ روک لے تو کوئی طاقت اس کو کر نہیں سکتی تو بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھیں اور دعاؤں کا اہتمام کریں ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ امت مرحومہ سے عافیت کا معاملہ فرمائے۔

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس

دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کی دلچسپ روئیداد

احقر اور برادر بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والدِ گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور قائد ملت اسلامیہ مولانا مفتی محمودؒ کی معیت میں دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ منعقدہ مارچ ۱۹۸۰ء میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا تھا۔اس وقت جو مناظر،اکابرین کی زیارت و ملاقات،فضلاء دیوبند بالخصوص حضرت والد صاحب کی دستار بندی،اور علماء و اولیاء کی صحبتیں نصیب ہوئیں،اپنی ڈائری میں طالب علمانہ رپورٹ لکھتا رہا۔ زعمائے ملت کے خطبات بھی سنے،حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مفصل خطبۂ استقبالیہ،مولانا سید ابوالحسن ندوی کا انقلابی خطاب،مولانا مفتی محمودؒ کی بصیرت افروز تقریر،والدِ گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کا مختصر مصلحانہ بیان اپنی تمام اداؤں کے ساتھ اب تک دل و دماغ کی سکرین پر ثبت ہے۔دنیا بھر سے آئے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے زعماء کے خطابات،مسئلہ فلسطین،اسلامی ممالک کی رفتار سست اور انگریز کی دلچسپی کے وجوہ،بین الاقوامی حالات،دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر،تحریک حریت میں علماء حق کی قربانیاں، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کا صد سالہ مجاہدانہ کردار،برطانوی حکومت کے ظلم و استبداد کے واقعات اور برصغیر میں علماء کرام اور زعمائے اہل حق کی انگریز دشمن سرگرمیوں کی تفصیلات اور ان کے افکار عالیہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے امت کی علمی و دینی اور ملی قیادت کو لاکھوں کے مجمع سے ایک سٹیج میں یکجا خطاب کرتے ہوئے سُنا۔اس موقع پر جو کچھ میں نے دیکھا اور جس طرح سمجھا اس وقت کے مناظر اور حالات کے مطابق اپنی ڈائری میں محفوظ کرلیا تھا۔حسنِ اتفاق سے وہی ڈائری سامنے آگئی تو پُرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔دل میں خیال آیا کہ اکابر کا تذکرہ ہے،مبارک اجتماع کی دلچسپ علمی اور روحانی روئیداد ہے اسے بھی امت کے حضور پیش کردیا جائے،مگر یاد رہے کہ اس تحریر میں مقالہ نویسی والا تسلسل اگرچہ نہیں ہے،البتہ اس کی حیثیت ایک تاریخی یادداشت کی ضرور ہے جس سے تاریخ کے طلباء کو بھی بہت سا مواد مل سکتا ہے،پھر واقعات و حکایات کی چاشنی بھی ہے،اور ان کی روحانیت کی مٹھاس بھی،علماء اولیاء،صلحاء،فضلاء اور اہل ایمان کی گہما گہمی بھی ہے،اور نصائح و مواعظ کی ولآویزی بھی،اور دارالعلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کی ایک خوبصورت تصویر بھی۔اس کی اشاعت سے تاریخ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قارئین پڑھیں گے تو حظ وافر حاصل کریں گے انشاءاللہ۔

۲۰/سے ۲۴/مارچ ۱۹۸۰ء تک ہند میں علم و معرفت اور دین و شریعت کی سطوت و شوکت کا روح پرور ایمان افروز تاریخی صد سالہ علمی و روحانی جشن منعقد ہوا۔ اسلامیانِ ہند اور پاکستان سمیت پورے عالَم کے مسلمانوں کے قافلے در قافلے آتے رہے، تیاریاں، منصوبہ بندیاں اور انتظامات درہم برہم ہوگئے۔ اجلاس و اجتماع نے جشن اور پھر ہنگامہ خیز علمی، عالمی اور روحانی میلے کی صورت میں ڈھل گیا۔ ایک تہائی صدی سے اپنی مادرِ علمی کو ایک نظر دیکھنے کے لیے ترسنے تڑپنے والے اپنے قبلۂ علم کے دَر و دِیوار کو بھی پوری طرح نہ دیکھ سکے۔

دنیا نے دارالعلوم کا تاریخی صد سالہ اجتماع دیکھا۔ میں اسے دارالعلوم دیوبند کی شانِ تجدیدی کا ایک کرشمہ سمجھتا ہوں۔ ان شاء اللہ چودھوں صدی کے اختتام پر اور پندرھویں صدی کے آغاز میں اسلامیان عالَم کا یہ اجتماع دورِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے تجدیدی مستقبل کا غماز ہے۔ یہ سب کچھ ان مردانِ حق آگاہ کی جہدِ مسلسل، جہادِ پیہم اور شبانہ روز قربانیوں کا ظہور ہے، جنہوں نے اس صدی کے آغاز میں علم و عمل کی حفاظت، اور شریعت و طریقت کی بقاء کے لیے ہند میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر فروغِ علم کی جدوجہد کا آغاز کیا۔

اس علمی و رحانی جشن کی روئیدادیں چھپیں گی۔ مناظر کی عکاسی کی جائے گی۔ ادیب و صحافی قلمی جولائیاں دکھائیں گے۔ صدیوں اس کی یادیں قائم رہیں گی۔ مگر جو بات آنکھوں سے دیکھی، کانوں سے سنی۔ یعنی سماعت و مشاہدہ کی ہے۔ اس کا ادراک ہر پڑھ لینے والے کہاں کر سکیں گے۔ میں نے اپنی ڈائری میں یادداشتیں لکھ لی ہیں۔ یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے، مگر میرے قلم میں اتنی سکت اور تاب کہاں ہے کہ علوم و معارف، روحانی فضاؤں، عالمانہ اداؤں اور عاشقانہ ولولوں کے عظیم جشنِ بہاراں کی منظرکشی کر سکوں۔ ڈائری میں من وعن جو کچھ لکھا ہے وہی نظرِ قارئین ہے۔

جشن صد سالہ میں حاضری کی تمنائیں

عالم اسلام کے سب سے بڑے علمی وروحانی ودینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کے انعقاد کا چرچا تو تقریباً تین چار سال سے تھا مگر اس کے فضلاء دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل جانے اور اتنے بڑے اجتماع کے انعقاد کا تصور و پروگرام ناممکن شکل اختیار کر گیا۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ یعنی جمعہ، ہفتہ، اتوار مارچ سال ۱۹۸۰ء کو اجتماع وفضلاء کی دستار بندی کا اعلان کردیا گیا۔ ہزاروں خواہش مند علوم نبویہ اس عظیم نشرگاہ سے عقیدت رکھنے والے اس موقع پر شرکت کرنے کے متمنی تھی مگر ملکوں کے جدائی کیوجہ سے یہاں تک جانے کا طریق کار بھی ہر کسی کی بس کی بات نہ تھی۔ بعض

حضرات نے تو اپنے طور سے دوتین مہینے تگ ودو کر کے انڈیا کے اندراجات اور ویزے وغیرہ لگوالئے مگر جن مریدین کیلئے یہ راہیں اختیار کرنا ناممکن تھا۔ وہ دل میں یہ آس لیے بیٹھے رہے کہ شاید حکومت کی طرف سے کوئی سہل طریقہ دیوبند پہنچنے کا نکل آئے۔

حکومتوں کی پالیسیاں

کئی حضرات نے دوتین مہینے قبل ہی سے حکومت پاکستان کے ارباب اختیار سے اجازت لینے کیلئے ربط قائم کر دیا تھا۔مگر حکومت وقت کی بے پرواہی کی وجہ سے اجتماع کے انعقاد سے ایک ہفتہ پہلے تک کوئی واضح پالیسی کا اجراء نہ ہوسکا۔ بالآخر ہفتہ کو حکومت نے قریباً ساڑھے آٹھ سو (۸۵۰) افراد کو اس پرنور اجتماع میں شرکت کی اجازت دیدی اور ان حضرات نے انتخاب کیلئے ایک کمیٹی جو کہ علماء کرام پر مشتمل تھی قائم کر دی۔

کاروان حق کی روانگی اور تشکیل

کمیٹی کے ممبران نے اپنی طرف سے دن رات تگ ودو کر کے ساڑھے آٹھ صد علماء کرام وخواہشمندوں کے اندراجات اور ویزے مکمل کر لئے اور فیصلہ ہوا کہ دینی نشرگاہ کے ان فرزندوں کا یہ قافلہ ۱۸/اپریل صبح سوا گیارہ بجے لاہور سٹیشن سے دیوبند کیلئے روانہ ہوگا۔ چنانچہ ۱۸اپریل ۱۹۸۰ء صبح حضرت والد مدظلہ کی معیت میں بندہ وبرادرم محترم مولانا سمیع الحق ، حاجی ممتاز خان، شفیق الدین، اجمیر خان، حامدالحق، راشدالحق، حاجی ممتاز خان کی موٹر میں اکوڑہ خٹک سے لاہور کیلئے رخصت ہوئے۔اکوڑہ خٹک کے لوگوں نے روانگی کے وقت حضرت والد صاحب کو انتہائی پر جوش طریقے سے رخصت کیا اور دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے پرمسرت نعروں سے حضرت مدظلہ کو الوداع کیا۔ پنڈی میں گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ آرام کے بعد شام چھ بجے لاہور پہنچے۔

دیوبند کے لیے روانگی

قریباً گیارہ بجے حضرت والد صاحب بھی دیوبند ٹرین کی ایک بوگی میں تشریف فرما ہوئے۔ ان کے اردگرد دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء وخدام کا ایک کثیر مجمع ان کی خدمت کیلئے موجود تھا اسی ٹرین میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور دیگر علماء عظام بھی سوار تھے۔سوا گیارہ بجے یہ پاکستانی سپیشل گاڑی لاہور سٹیشن سے دیوبند کی جانب روانہ ہوئی۔ اور وہاں پر موجود ہزاروں عقیدت مندوں نے دیوبند زندہ باد اور علماء حق زندہ باد کے نعروں سے اس قافلہ علماء کو رخصت کر دیا۔ زائرین دیوبند پر

ایک جوش اور ولولہ طاری تھا۔کبھی بھی بیرون ملک اتنے اکابر وعلماء ایک قافلہ کی صورت میں روانہ ہوئے تھے۔

ہندوستان میں ورودواستقبال

قریباً ایک گھنٹہ بعد یہ گاڑی پاکستان کا آخری سرحدی سٹیشن واہگہ عبور کرکے اٹاری جوکہ ہندوستان کا سرحدی سٹیشن ہے میں داخل ہوئی۔وہاں بھی ان کی اپنی حکومت کے افسران کے ہدایات پرموجودعملہ تیزی سے کاغذات وپاسپورٹ وغیرہ کی تکمیل میں مصروف ہوگیا۔ یہ تمام مراحل قریباً دو گھنٹے میں طے ہوگئے اور پہلے سے موجود ہندوستانی سپیشل ٹرین میں واردین دیوبند کا قافلہ منتقل ہوگیا۔ ہندواورسکھ عملہ کے افراد ہرایک مسافر سے انتہائی خوش اسلوبی سے پیش آرہے تھے۔قریباً ڈھائی بجے ہندوستانی سپیشل دیوبندٹرین علماءحق کے اس قافلہ کولے کردیوبندروانہ ہوئی۔

ہندوستانی حکومت کے خصوصی مراعات

اٹاری سے دیوبند تک یکطرفہ گاڑی کا کرایہ اٹھارہ روپے ہندوستانی ہے۔مگر ہندوستانی گورنمنٹ نے بطور رعایتِ خاص یہ فیصلہ کیاکہ اس یک طرفہ کرایہ سے واپسی کا سفر بھی کیا جاسکتاہے۔امرتسر سے کچھ فاصلے پرایک چھوٹے سٹیشن پر یہ گاڑی رکی اور ہندوستان کے وزارت مذہبی اوقاف کی جانب سے تمام مسافروں کی خدمت اورضیافت کیلئے مفرحات تقسیم کرکے ان کی تواضع کی گئی۔کچھ دیر کیلئے گاڑی وہاں رکی اور بعد میں امرتسر کی طرف روانہ ہوگئی۔

امرتسر سے دیوبند کا سفر

امرتسر پہنچے، رُکے اور چند لمحے قیام کیا اور رکنے کے بعد سفر دیوبند کا سلسلہ چھ بجے شروع ہوا اور یہ سلسلہ سفرساری رات جاری رہا۔گاڑی جب سہارنپور سٹیشن پر پہنچ گئی تو مسافروں کے ولولہ اورشوق میں مزید اضافہ ہوا۔کیونکہ اس کے بعد اشاعت دین کے عظیم مرکز اور قافلہ حریت کے رہنماؤں کا مرجع اوراولیاءاللہ کے مدفن یعنی سرزمین دیوبندآنے والا تھا۔مسافروں نے فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنا بوریااور بستر لپیٹنا شروع کردیا۔قریباً چھ بجے گاڑی دیوبند میں ایک نئے بنائے گئے سٹیشن جو دیوبند کے نام سے موسوم تھا اور نئے تعمیر شدہ علاقہ یعنی قاسم پورہ کے قریب رک گئی۔ یہاں سے قریب ہی کئی میل تک قناتوں اورخیموں کا ایک عظیم شہرتاحدنظر دکھائی دیتا تھا۔

اور ہم دیو بند پہنچ گئے

مسافر حیران و پریشان تھے کہ ان کو یہیں اتر نا ہے یا آگے دیو بند کے مستقل سٹیشن پر اتر نا پڑے گا مگر دارالعلوم دیو بند کا کوئی نمائندہ یا وفد موجود نہ ہونے کی صورت میں چند منٹ انتظار کے بعد یہ گاڑی دیو بند سٹیشن پر رک کر دارالعلوم دیو بند پہنچ گئی۔انتظار کی گھڑی میں مزید کمی ہوئی۔مسافر اپنے بستروں کو سمیٹ کر سٹیشن پر اترنا شروع ہوئے۔ہر طرف علماء ہی علماء نظر آرہے ہیں جلسہ کے منتظمین یا مدرسہ کے اہل کاروں میں سے کوئی بھی اس اتنے بڑے قافلہ علماء کے استقبال کیلئے موجود نہ تھے۔

مولانا اسعد مدنی اور مولانا ارشد مدنی نے مہمانوں کو سنبھالا

البتہ فرزند شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ مولانا اسعد مدنی بمع اپنے بھائی مولانا ارشد مدنی سٹیشن پر واردین کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ وہ سب سے پہلے والد صاحب مدظلہ سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا کہ آپ انتظار فرمادیں میں نے آپ کو اپنی اقامت گاہ لے جانے کیلئے گاڑی کا بندوبست کر دیا ہے اور بعد میں مفتی محمود مدظلہ سے ملے ان کے بوگی میں تشریف لے گئے۔ ملاقاتوں کے بعد وہ حضرت والد صاحبؒ اور مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو موٹر میں بٹھا کر اپنے گھر روانہ ہوئے اور باقی جن مسافروں کی جہاں تک ممکن ہوسکا دارالعلوم و کیمپوں تک وہ اور ان کے ساتھی رہنمائی کرتے رہے اور جن لوگوں کی رسائی یا واقفیت ان تک نہ ہوسکی وہ اپنے اپنے سامان کندھوں پر اٹھائے سٹیشن سے نکل کر حیران و پریشان کھڑے رہے کیونکہ سٹیشن سے دارالعلوم کا فاصلہ تقریباً دو میل ہے اور نقل وحرکت کے وسائل اور سواری بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔صرف چند موٹر سائیکل رکشے جو اپنے سینکڑوں مسافروں اوران کے سامانوں کیلئے ناکافی تھے۔

بھارت کی معاشی پالیسی

ویسے بھی ہندوستان جو ایک ترقی پذیر ملک ہے زیادہ تر اپنے وسائل پر انحصار کررہا ہے۔ اوردوسری گاڑیوں ودیگر سامان کی درآمد پر پابندی ہے جو کچھ اپنے ملک میں بنتا ہے۔اُسی کو استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس پاکستان میں اربوں روپے کا زرمبادلہ خرچ کرکے گاڑیوں کا ایک طوفان برپا کردیا گیا ہے۔جس کا پاکستان کی معاشیات اوراس کی اکانومی پر شدید برا اثر پڑ رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اٹاری سٹیشن پر ۴۵ ڈالر جو کہ ہم کو پاکستان کے ۴۵۵ روپے کے عوض ملے تھے۔ان کے عوض ہمیں ہندوستان کے صرف ۳۵۱ روپے ملے اور سوروپے کا نوٹ ہم دیکر صرف ستر اور ۶۵

روپے ہندوستانی حاصل کر سکے۔

جنونِ عشق کے کرشمے

بہرحال والدصاحب کے حضرت مدنیؒ کے دولت خانہ پر روانگی کے بعد ہم لوگ بھی بمع اپنے رفقاء کچھ دیر سٹیشن پر حیران کھڑے رہے کیونکہ بڑا مسئلہ اپنے اپنے سامان کو اٹھانے کا تھا۔آہستہ آہستہ ہر مسافر خواہ بوڑھا تھا یا جوان ،صحت مند تھا یا مریض دیوبند کے عشق ومحبت سے لبریز ہونے کی وجہ سے اپنا اپنا سامان کاندھوں پر اٹھا کر بستی دیوبند کی طرف روانہ ہوا۔اور بعض خوش قسمت ایسے تھے کہ ان کو مدرسہ جانے کیلئے اپنا اور سامان کا بوجھ اٹھانے کیلئے رکشہ سائیکل میسر ہوا مگر ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد یہ پورا قافلہ وقفہ وقفہ کے بعد احاطہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔ دارالعلوم جس سے ایک عظیم علمی وروحانی اور سیاسی تاریخ وابستہ ہے کی پرشکوہ عمارات، دیدہ زیب میناروں اور دروازوں کو دیکھ کر ہر آدمی کے چہرے سے سفر کی تھکاوٹ کافور ہوگئی۔

بدنظمی

تاہم ہر مسافر کو اپنی منزل معلوم نہ تھی کہ کچھ دیر استراحت کیلئے کہاں اپنے کندھے سے سامان اتار پھینکیں، دارالعلوم کی عمارت میں لگے ہوئے لاؤڈسپیکروں سے بار بار مختلف اعلانات ہوتے رہے کہ پاکستان ودیگر ممالک سے آنے والے حضرات جلسہ گاہ کے قریب کیمپوں میں پہنچ جائیں کیونکہ ان کی سکونت کا انتظام انہی کیمپوں میں کیا گیا ہے مگر کوئی ایسا رضا کار یا منتظم عملاً موجود نہ تھا جواُن مسافروں کی صحیح رہنمائی کرتا۔بعض لوگ بھٹکتے ہوئے مختلف کیمپوں میں جو دارالعلوم کے احاطہ سے ڈیڑھ دومیل کے فاصلے پر تھے پہونچ کر وہیں ٹھہر گئے اور بعضوں نے دارالعلوم ہی کے احاطہ میں بلا کسی کے کہے اور جازت کے اپنے اپنے گروپ کے ہمراہ مختلف کمروں میں اپنے ڈیرے جما کر اپنے اپنے تالے کمرہ کو لگا دیئے۔ہم اور ہمارے ساتھیوں کی بھی یہی حالت تھی۔ دارالعلوم کے احاطہ میں کچھ دیر سامان کیساتھ ادھر ادھر گھومنے اور افراتفری کے بعد بغیر کسی کی اجازت کے احاطہ دار جدید کے کمرہ نمبر ۷۸ پر قبضہ جمالیا۔ برادرم مولانا سمیع الحق چونکہ سٹیشن ہی سے حضرت والد صاحب کیساتھ حضرت مدنی کے گاڑی میں بیٹھ کر حضرت مدنی کے غریب خانہ پر آگئے تھے اور ہم پیدل سٹیشن سے آرہے تھے اس لئے وہ کافی دیر سے ہمیں ہزاروں لوگوں کے مجمع ہی میں تلاش کرتے رہے، بالآخر جب ملاقات ہوئی تو انہی کے ذریعہ والد صاحب کی اقامت کا اتہ پتہ معلوم ہوکر مطمئن ہوئے کہ خدا کا فضل ہے کہ حضرت والد صاحب تو آرام سے مقیم ہیں۔مسافروں کے اس پریشانی اور افراتفری کی

وجہ یہ نہ تھی کہ وہاں منتظمین کی طرف سے انتظامات کی کچھ کمی تھی، انتظامات تو ایسے انتظامات ہو چکے تھے جس کا تصور ہی ناممکن ہے۔ایک عظیم شہر بسایا گیا تھا اگر کمی تھی تو صرف اس کی کہ منتظمین کی طرف سے منظّم اور تجربہ کار افراد کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ سینکڑوں خیمے دارالعلوم کے احاطہ کے قریب ہی ایسے لگے ہوئے تھے جن میں آخر تک کوئی نہ آسکا اور اسکے مقابلے میں لاکھوں ایسے لوگ تھے جو آسمان کے نیچے بغیر کسی چھت اور خیمہ کے اپنے بستر ے بچھا کر رہ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ بھی حضرت مدنی کے مکان میں حاضر ہوئے ،مختلف اکابر علماء سے ملاقات کا سلسلہ جاری تھا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی قدردانی

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب حضرت والد صاحب جوان کے استاد بھی رہ چکے ہیں کی لحہ لحہ مزاج پرسی کرتے اور کھانے وپرہیز وغیرہ کے بارے میں باربار پوچھتے اور انہوں نے ہزاروں لوگوں کیلئے مہمان نوازی کا وہ سلسلہ جاری کیا ہوا تھا جوکہ بچپن سے ہم ان کے والد ماجد شیخ العرب والعجم حضرت مدنی صاحبؒ سے متعلق سنتے رہے ۔ وہ اپنے ایک عظیم باپ کا عظیم بیٹا ہونے کا بین ثبوت پیش کررہے تھے ۔ اسی دوران دارالعلوم کے احاطہ ہی میں لگے ہوئے لاؤڈسپیکروں سے اعلانات باربار ہوتے رہے کہ باہر سے آنے والے حضرات جوکھلی فضاء اور زمین پر استراحت فرما ہیں وہ معراج گیٹ کے قریب بنائے ہوئے دفتر استقبالیہ میں اپنے دعوت نامے دکھا کر اپنی قیام گاہ اور دستار فضیلت کا کارڈ حاصل کریں۔ ان کے علاوہ جولوگ اپنے شوق اور محبت کیوجہ سے آئے ہیں۔وہ بھی اپنا انتظام درست کرکے فلاں فلاں کیمپوں میں چلے جائیں ۔اگر چہ شائقین ووالھین اور بغیر دعوت کے آنے والے حضرات کی تعداد مدعوین کی تعداد سے کئی لاکھ زیادہ تھی ۔ یہ اعلان اپنی جگہ صحیح تھا کیونکہ بغیر دعوت کے آئے ہوئے لاکھوں لوگوں کا ایک سمندر لگتا تھا۔کھانے کا انتظام کسی کے بس کی بات نہیں مگر کاش کہ کم ازکم ان دور دراز سے آئے ہوئے لاکھوں افراد کی سکونت ، کیمپوں اور رہنمائی کیلئے مناسب رضا کار اگر موجود ہوتے تو منتظمین کے بارے میں زیادہ بہتر تاثر لے کر واپس اپنے ملکوں کو لوٹتے۔۲۰ جمعرات مارچ کوظہر کے بعد دیوبند آنے والوں کی آمد میں اضافہ ہوگیا ملک اور ملک کے باہر کی سپیشل ٹرینیں دیوبند پہنچ چکی تھیں اور کئی پہنچنے والی تھیں۔

قصبہ دیوبند کا خوشنما منظر

دیوبند کا قصبہ ایک عجیب منظر پیش کررہا تھا۔ بازار اور ہر گلی میں لوگوں کی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے قدم رکھنے کیلئے جگہ نہ تھی ۔ اتنے ہجوم اور لوگوں کی کثرت کے باوجود ارزانی کا یہ عالم تھا کہ ہم

بمع اپنے دیگر ساتھیوں کے دیوبند کے ایک بازار میں گئے اور وہاں ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھانے بیٹھ گئے ۔ ہر آدمی اپنی پسند کے مطابق جو قورمہ اور گوشت میں پکا ہوا پلاؤ کھانا چاہتا اسکے عوض دکاندار صرف دو یا سوا دو روپے حاصل کرتا ۔ حالانکہ عام طور پر پاکستان ودیگر ممالک میں یہ معمول رہا ہے کہ کاروبار میں ہجوم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کھانے پینے کے اور دیگر اشیائے ضرورت کے ریٹ کئی گنا زیادہ بڑھادیتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ جن مہمانوں کے پاس دارالعلوم کے کھانے کے انتظامات سے فائدہ اٹھانے کے کارڈ موجود تھے وہ بھی اس ہجوم اور ازدحام میں انتظار کرنے کے بجائے بازار ہی میں سستے کھانے کو ترجیح دیتے ۔ ویسے دارالعلوم کی طرف سے اپنے مندوبین اور فضلاء کے کھانے کے جو انتظامات کئے گئے تھے وہ بھی انتہائی منظّم ، پروقار اور پسندیدہ تھے ۔ چنانچہ بعض دفعہ بندہ اور بندہ کے ساتھیوں نے بھی ارادہ کیا کہ تبرک کیلئے دارالعلوم کے کھانے سے فائدہ اٹھایا جائے وہاں فراوانی کا یہ عالم تھا کہ ہر چیز بسیار تھی ۔ متعین رضا کار ہر مہمان سے بار بار پوچھتے تھے کہ کسی چیز کی اگر ضرورت ہے تو لائی جائے ۔ جب تک مہمان خود سیر نہ ہوجاتا وہ کسی کو وہاں سے اٹھنے کا نہ کہتے ۔ والد صاحب چونکہ حضرت مولانا اسعد مدنی کے مہمان خانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہاں خدام کی کوئی کمی نہ تھی ۔ مگر خصوصیت کے ساتھ حضرت والد ماجد صاحب کے خاص خدام مولانا سلطان محمود صاحب ناظم جامعہ حقانیہ ، قاری لعل محمد فاضل حقانیہ اور مولوی محمد نسیم فاضل حقانیہ ان کی دن رات خدمت پر مامور رہے ۔

اکابرین دیوبند کے مزارات کی زیارتیں

عصر کو حضرت والد ماجد ، حضرت مفتی محمودؒ نے بانیان دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے مزارات پر حاضری کا ارادہ فرمایا چنانچہ یہ حضرت مختلف سائیکل رکشوں پر سوار ہوکر پہلے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ و شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے مراقد پر انوار پر تشریف لے گئے ۔ بندہ اور برادرم مولانا سمیع الحقؒ اور کافی حضرات پیدل ہی ان کے ساتھ مقبرہ جو کہ دارالعلوم کے شعبہ طب کے عمارت کے قریب ہی واقع تھا پہونچ گئے ۔ حاضری کے موقع پر عجیب کیفیت طاری تھی ہر فرد ذکر واذکار اور تلاوت میں مصروف تھا ۔ انتہائی سادہ قبور ، بالکل شریعت مصطفوی کے مطابق بنائے گئے تھے ۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی چٹائی بچھی ہوئی تھی کوئی زیب وزینت کا سامان تھا اور نہ شریعت کے خلاف کوئی عمل اور نہ بدعات کا ہنگامہ بلکہ قبور سے بھی ان کے صحابہ کرامؓ کی طرح صحیح اتباع اور سنت کی جھلکیاں نمایاں تھیں ۔ حضرت والد صاحب اور حضرت مفتی

صاحب نے انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے اساتذہ اور اکابر کی زیارات پر ان کے رفع درجات اور اپنے سعادت دارین کیلئے دعائیں مانگیں۔اس موقع پر ہزاروں متعلقین بھی ان کے ساتھ دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔والد صاحب فرداً فرداً بھی ہر مرقد کے پاؤں کی جانب کھڑے ہوکر دعائیں مانگتے تھے اور آخر میں اپنے استاذ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ کے قبر پر فاتحہ ودعا کی۔

انور شاہ کشمیریؒ کے مزار پر حاضری

بعد میں وہاں سے حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ کے مزار کی طرف جو وہاں سے کچھ فاصلہ یعنی دیوبند وعید گاہ کے ساتھ ایک چاردیواری میں واقع تھا روانہ ہوگئے، یہاں کے مقبروں میں سرفروشان اسلام اور علوم ومعارف کے گنجینے اور اپنی سیاسی زندگی میں چٹان کی حیثیت رکھنے والی شخصیات مدفون ہے، کافی حضرات سائیکل رکشہ میں بیٹھ کر حضرت شاہ صاحبؒ کے مزار کی طرف روانہ ہوگئے، اور جن کو رکشہ دستیاب نہ ہوسکا وہ ان کے ساتھ دوڑتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ کے مزار کو پہنچ گئے ۔ وہاں بھی عجیب کیفیت اور وہی اتباع سنت کی جھلکیاں نمایاں تھیں اور حضرت والد صاحب نے بآواز بلند انتہائی گڑگڑاہٹ اور تواضع والحاح اور عاجزی سے دعا کی ، دعاؤں میں گریہ طاری رہا۔حضرت مفتی محمودؒ ودیگر حضرات آمین کہتے رہے۔وہاں سے فراغت کے بعد حضرت والد صاحب کے معیت میں حضرت مولانا اسعد کی قیام گاہ پر واپسی ہوئی اور وہیں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔دیوبند کا قصبہ ان دنوں میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

دیوبند کا معائنہ

ظہر کے بعد اس دن جناب ناظم سلطان محمود صاحب کے کہنے پر ہم دونوں دارالعلوم کے مختلف عمارات دیکھنے اور دارالعلوم کے مختلف احاطوں میں پھرتے رہے ۔ دارالحدیث ، دارالتفسیر، دارالعلوم اور جامع مسجد مختلف دفاتر کو اجمالاً دیکھا کیونکہ لوگوں کی کثرت اور بھیڑ کی وجہ سے تفصیلی مناظر دیکھنے ناممکن ہوگئے اور آخر میں اس عظیم مسجد یعنی مسجد چھتہ دیکھنے گئے جہاں پرانار کے درخت کو دو محمودین یعنی ایک استاذ جس کا نام ملا محمود تھا اور دوسرا شاگرد جس کا نام محمود الحسن تھا، نے اس موجودہ تناور درخت کا ابتدائی پودا لگایا تھا اس کمرہ میں بھی شرف دخول حاصل ہوا جو کہ ان اکابر کا جائے مسکن تھا، رات کو کچھ دیر حضرت مدنی کے مکان پر حضرت والد صاحب کے خدمت میں رہنے کے بعد اپنے کمرہ واقع دارجدید واپس آگئے ۔ چونکہ سارے ساتھی دو دن ایک رات تھکاوٹ اور بے خوابی سے نڈھال تھے۔اس لئے سونے کا ارادہ کرکے استراحت کیلئے سب ستانے لگے۔

(قسط ۷۸)

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب ، اہل محلّہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے ۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ ،تحقیقی عبارت،علمی لطیفہ،مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے ۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال وسوانح کے لئے بھی ایک بنیادی واہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

راتوں رات ہزاروں لوگوں کا حقانیہ پہنچنا

ادھر رات گئے تک ہزاروں افراد دارالعلوم پہنچ گئے تھے، دارالعلوم کی جامع مسجد، درسگاہوں، برآمدوں، مختلف احاطوں اور اطراف کے چمنوں کو اپنی وسعتوں کے باجود تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ مسجد و مدرسہ اور اطراف، جہاں بھی جو موجود تھا تلاوت ذکر اور دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کررہا تھا۔غرض جدھر بھی نظر پڑتی تھی عامۃ المسلمین ایک دوسرے سے گلے مِل مِل کر رونے کے ارمان نکال رہے تھے اور روتے روتے ایک دوسرے کوتسلیاں بھی دیتے تھے۔

قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ بار بار پڑھی تھی اس کا ترجمہ پڑھا بھی تھا اور بار بار پڑھایا بھی ،مگراس کا صحیح مفہوم اور تعبیر پہلی بار حضرت قائدِ شریعت شیخ الحدیثؒ کے جنازہ میں سمجھ آئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم:۹۶)

''بلاشبہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ ان کیلئے محبت پیدا کر دیگا۔''

اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامی و اجتبائی محبت کا خصوصی وقت

یوں تو اہلِ ایمان، صالحین امت اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے دینی اور دنیوی اکرام اور انعام سے نوازے ہی جاتے ہیں، مگر کبھی کبھی کارکنانِ قضا وقدر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں ان کے مناسب حال ایک مہتم بالشان فیضان ونوال کا انتظام بھی ظہور میں لاتے ہیں۔ جسے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں لفظ وُدًّا سے تعبیر کیا گیا ہے، جو محبت کا فردِ کامل ہے، یہ مقام محبت والفت اور مقام تسلیم و رضا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے مخصوص بندوں کے لئے انعاماً اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ ہر طرف سے خدا تعالیٰ کی محبت میں مر مٹنے والے کے لئے محبت ہی محبت کی پکار ہوتی ہے، اس انعامی اور اجتبائی محبت کے مقام کا خصوصی وقت کونسا ہے، قرآنِ حکیم میں اس کو مقام بشریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم سجدہ:۳۰) ''ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔'' اور مقام بشریٰ کا ظہور تین موقعوں پر ہوتا ہے، امام وکیع بن الجراحؒ نے اس پر تصریح کی ہے کہ: "البشریٰ تکون فی ثلٰث مواطن عند الموت و فی القبر و عندالبعث"

''بشریٰ کا اظہار تین مقام پر ہوتا ہے: موت کے وقت، قبر میں اور قیامت کے روز''۔

صالحین کی مدح، خداوندی مدح کا مظہر

اپنے اساتذہ سے بارہا سنا ہے کہ صالحین کی زبان سے مدح، خدا تعالیٰ کی جانب سے مدح ہے ان کا اظہارِ مذمت خداوندی مذمت کا مظہر ہے، حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ سامنے آیا، حضراتِ صحابہ کرامؓ نے اس میت کی تعریف کی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بس اللہ کا یہی فیصلہ ہے (کہ یہ صالح اور جنتی ہے) پھر ایک دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ کرام نے اس میت کے خلاف کلمات بولے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے (تمہاری گواہی کے مطابق عتاب اور ناراضگی کا سزا وار ہوگا) اس کے بعد صحابہ کرامؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’انتم شهداء الله فی الارض‘‘

’’تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔‘‘

یہ تو حضرات صحابہؓ کو خطاب ہے اور ایک دوسری روایت میں:

’’المؤمنون شهداء الله فی الارض‘‘

’’کہ مؤمنین زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں‘‘۔

کے الفاظ منقول ہوئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف صحابہ کرامؓ کی تعیین نہیں اہل صلاح اور صالحین امت بھی اس کا مصداق ہیں پھر اسے صرف ایک اعتقادی چیز بنا کے نہیں رکھا گیا بلکہ صلحائے امت کی موت اور ان کی زندگی کے حالات اس کے واقعاتی شاہد بنادئے جاتے ہیں، ان کے وصال اور سانحہ ارتحال کے موقعہ پر اہل ایمان کے قلوب میں ایسا ہیجان اور محبت اور اضطراب ڈال دیا جاتا ہے جس سے دنیا میں فزع اکبر کا نمونہ قائم ہوجاتا ہے، بالخصوص جب سانحۂ ارتحال قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ جیسی خدا پرست شخصیت کا پیش آجائے۔

نوری، ناریوں اور خاکیوں کی والہانہ عقیدت

جس کی ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گذری ہو، جس نے انسان تو انسان دانستہ طور پر کسی ذی روح تک کو اذیت دینے سے گریز کیا ہو، جس کے تقدس کی آسمان کے فرشتے قسم کھاتے ہوں جو نفاذِ شریعت اور غلبۂ حق کے لئے مطعون کیا گیا ہو جو ترویج شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق میں مظلوم رہا ہو جس نے اقتدار کی رنگینیوں، سیاست کی دلفریبیوں دولت کے انباروں اور لالچ اور ظلم وتشدد کے ہر حربہ کو ناکام بنادیا ہو، جو ہوا کے رخ پر اُڑنے اور مروج لادینی سیاسی اطوار سے بالاتر رہ کر خالصۃً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر راسخ العزم اور ثابت القدم رہا ہو تو ایسی شخصیت کا سانحۂ ارتحال، زندگی کا انجام بالخصوص یوم الجنازہ، نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کی والہانہ عقیدت اور محبت، پانی کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں تک کا اضطراب اور وارفتگی، نیک دل صالحین، علماء ومشائخ اور طلبۂ دین اور عامۃ المسلمین کا خلوص اور وابستگی وازدحام، ارباب حکومت وسیاست اور اہل اقتدار کا اظہار تعلق، ارباب ضلالت اور اہلِ بدعت کے لئے تنبیہ وانذار اور عبرت واتمام حجت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

تاریخی جنازوں کا ذکر شیخ الحدیث کے جنازے کے بغیر نامکمل

امام احمد بن حنبلؒ نے اس موقع کی نشاندہی اپنی زندگی میں ان الہامی الفاظ سے کی تھی کہ:

"بیننا و بین اھل بدع یوم الجنائز"

''اہل بدعت اور ہمارے درمیان فیصلہ کا دن ''یوم الجنائز'' ہے۔''

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کو بھی حق پرستوں اور اہلِ ضلالت کے درمیان ایک فیصلہ کن دن قرار دیا جا سکتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے تاریخ کی روایت میں اپنی مثال آپ تھے امام ابن تیمیہؒ کے جنازے کو بھی تاریخ نے بڑی وقعت اور اہمیت کے ساتھ محفوظ کیا ہے، پھر برصغیر میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جنازوں نے بھی نیا باب رقم کیا ہے اور اب قائدِ شریعت شیخ الحدیث کے تاریخی جنازے سے گویا تاریخ کے ''باب یوم الجنائز'' کی تکمیل ہوگئی ہے۔ اب اگر تاریخ امام اعظمؒ، امام احمدؒ، ابن تیمیہؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت امیر شریعتؒ کے جنازوں کا ذکر کرے گی تو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے مہتم بالشان جنازے کا تذکرہ کئے بغیر خود کو نامکمل اور ناقص پائے گی۔

بہرحال رات کو ریڈیو پاکستان کے ۸ بجے کی خبروں اور ٹیلی ویژن کے نو بجے کے خبرنامہ میں صبح دس بجے دارالعلوم حقانیہ سے جنازہ اٹھائے جانے کا اعلان کیا جا چکا تھا۔

انسانوں کا سمندر اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر

صبح پو پھٹتے ہی ایک سیلاب تھا کہ امڈ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دم کے دم میں صوبہ سرحد کے تمام اضلاع، قرب و جوار کے علاقے الٹ پڑے۔ اور بستیاں ٹوٹ پڑی ہیں، دور دراز سے اکابر علماء، مشائخ، محدثین، اساتذہ، طالب علم رات کی اور صبح کی پروازوں سے پہنچ چکے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اہل اسلام اپنے محبوب قائد، اپنے عظیم رہنماء اور اپنے مشفق استاذ کی رخصتی بڑی محبوبانہ شان اور بڑے دھوم دھام سے منانا چاہتے ہیں، سب کے دلوں میں آپ کی عظمت تھی کہ آپ واقعتاً علم وعمل کی سچی تصویر اور سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کی عظمت و جلالت اور ہر گونہ صلاحیت و کمال کی شہادت آپ کی زندگی کا ہر تارِ نفس مہیا کر رہا تھا۔

گرفتہ دل رات بھر نہ سوئے یاد کر کے

احقر نے اس موقع پر بعض مشائخ اور اکابر علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے جانشین تھے،فقہی تدقیقات میں اپنے اساتذہ کا نمونہ تھے اور جامع الکمالات ، گونا گوں صفات اور اخلاق و عادات میں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا عکسِ جمیل تھے۔آپ کی ظاہری اور باطنی جامعیت کے پاک اثرات عامۂ مؤمنین اپنے قلوب میں موجزن پاتے تھے۔سب نے رات بھر جاگتے گذاری نیند کسے آئی تھی؟ سب کا ایک عالم تھا اور سب گویا زبانِ حال سے کہہ رہے تھے......

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کرکے تجھے

سب کی آنکھیں پُر نم تھیں، تمام رات اور سحری کے مبارک اوقات آہ وبکا، گریہ وزاری اور دعا والحاح میں گذاری تھی، صبح طلوع ہوچکی تھی اور جب سورج نے آسمان کی فضاؤں سے پہلی بار جھانکا تو دور دراز علاقوں سے دیوان گانِ شیخ عبدالحقؒ کے قافلے بسوں، ویگنوں ،موٹروں،سوزوکیوں، ڈاٹسوں اور ٹرینوں کے ذریعہ اپنے محبوب کے محبوب شہر اکوڑہ خٹک کی طرف رواں دواں ہو چکے تھے اور جب سورج نے پوری طرح خود کو سنبھالا اور سیڑھی دو اوپر چڑھ کر پورے منظر کو دیکھنا چاہا تو اس وقت سب لوگ دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اور اپنے طرز کی واحد اسلامی یونیورسٹی،علم وعمل ، افغان مجاہدین کے جرنیلوں اور ان کے محاذِ جنگ کے قائدین کی تربیت گاہ اور جہاد وحریت کی سب سے بڑی چھاؤنی دارالعلوم حقانیہ پہنچ چکے تھے، یہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، مگر قافلے اسی رفتار سے بڑھ رہے تھے، جہاں پہلے سے ہزارہا مخلصین ومحبین ، معتقدین اور عامۃ المسلمین کا ایک عظیم جم غفیر اپنے محبوب اور مقدس رہنما کا آخری دیدار اور صلوٰۃ جنازہ میں شرکت کی سعادت کا بڑی بےچینی سے انتظار کر رہا تھا۔

چاروں صاحبزادگان صبر وتحمل اور عزیمت کے پہاڑ بنے

حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) اور ان کے دیگر برادران دارالحدیث کے سامنے صبح سے ۹ بجے تک کھڑے رہے اور آنے والے حضرات سے معانقہ، مصافحہ اور ہاتھ ملاتے رہے، اس موقع پر بھی اکابر علماء، مشائخ ، دارالعلوم کے قدیم فضلاء ، عام روحانی ابناء اور مخلصین کی حضرت شیخؒ کے تصورِ فراق سے بے اختیار چیخیں نکل جاتی تھیں مگر مولانا سمیع الحق (شہیدؒ)، مولانا انوار الحق اور پروفیسر محمود الحق حقانی ومولانا اظہار الحق (رحمۃ اللہ علیہ) صبر وتحمل ، استقامت اور عزیمت کا پہاڑ بنے رہے اور دوسروں کو تسلیاں دیتے رہے۔

دیدار عام

صبح ۸ بجے اس مقدس اور عظیم ہستی کے جسد مبارک کو باہر لایا گیا، جسے دنیا ''مولانا'' شیخ الحدیث اور قائدِ شریعت کے لقب سے یاد کرتی تھی، جس کے تقدس اور عظمت کے سامنے حکمران جھک جھک جاتے تھے، جس کی شرافت کا لوہا ملک کے تمام سیاستدان مانتے تھے، جس کی عظمت اور عزیمت کے سامنے اس دور کی بڑی سے بڑی اور اہم سے اہم شخصیت بھی سرِ نیازِ خم کرنے کو قرینِ مصلحت سمجھتی تھی، انسانوں کا بے پناہ سمندر اس وقت موجود تھا، ضعفاء اور کمزور کچلے اور بمشکل سنبھل سکے۔

قائدِ شریعتؒ کا جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے گھر سے نکلا اور سڑک کے کنارے سے ہوتا ہوا دارالعلوم کے صدر دروازے سے احاطۂ دارالعلوم میں داخل ہوا، اور پھر بہ ہزار دقت، بڑی تعب و مشکل اور نوجوان اور باہمت کارکنوں کی متعدی اور حکمت عملی سے دارالحدیث کے اس مبارک اور مہبط انوار و برکات ہال میں پہنچا دیا گیا، جہاں حضرت شیخؒ نے زندگی بھر بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، اور متعدد کتبِ حدیث کا درس پڑھایا تھا اور جہاں ہزاروں علماء، فضلاء اور مشائخ اور علوم نبوت کے ورثاء اور علوم دینیہ کے طلبہ نے اس چشمۂ فضل و معرفت، پیکرِ علم و عمل اور فیضانِ حق سے استفادہ فیض کیا تھا، اسکے بعد آفتابِ رشد و ہدایت اور ماہتابِ علم و فضل، قائد شریعت اور سالارِ قافلہ علماءِ حق کا دیدارِ عام شروع ہو گیا۔

قلم کو نقشہ کھینچنے کا تاب نہیں الفاظ کو یارائے سخن نہیں

اب اس کے بعد کا نقشہ کیسے کھینچوں، قلم کو تاب نہیں، الفاظ کو یارائے سخن نہیں وہ کیفیات کیا تھے؟ وجدانیات کی معراج کیا تھی؟ انوارات و برکات کے مشاہداتی احساسات کیسے تھے؟ چہرۂ اقدس کی تابانیت، معصومیت اور نورانیت کا کیا عالم تھا؟ مشتاقانِ دید ایک نظر دیکھنے کو کس طرح بے تاب اور مرغِ بسمل تھے اور دور سے ایک جھلک دیکھ لینے پر کس طرح نور و سرور اور کیف و مستی کی لذتیں حاصل ہوتی تھیں، یہ نقشہ کون کھینچ سکتا ہے، مجھے ہزار کوشش اور سعی کے باوجود اس کے بیان کرنے سے قاصر اور عاجز ہونے کا اعتراف ہے، کوئی بھی اہل قلم ہو اور اسے کتنا ہی اپنے قلم پر عبور ہو اور اسے جتنا بھی اپنی تحریر پر ناز ہو ان کیفیات کا صحیح نقشہ نہیں کھینچ سکتا جو وہاں طاری تھیں۔

عاشقان شیخ الحدیث کی داڑھیوں میں آنسوؤں کی لڑھیاں

جن کارکنوں کی وہاں ڈیوٹی تھی ان کا بیان ہے کہ دارالحدیث میں آخری دیدار کرنے والے مشتاقانِ دید کے چہروں پر آنسوؤں کی لڑیاں ہوتی تھیں۔ ان کی داڑھیاں آنسوؤں کے موتیوں سے

رات کے ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں، حضرت شیخ الحدیثؒ کے چہرۂ اقدس کی تابندگی اور تابانی اورحسن و جمال اپنے عروج پر تھا۔ پھولوں کی پتیوں کی سی نزاکت اور معصوم مسکراہٹ سے کسی کا جی کب بھرتا تھا۔سو بار کی زیارت و ملاقات کے بعد بھی یہی تمنا باقی رہتی۔

میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

احقر نے اس موقع پر بھی اکابر علماء اور مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے بڑے بڑے لوگوں کے جنازوں میں شرکت کی ہے بہت سے علماء اور صلحاء کا سفرِ آخرت دیکھا ہے،لیکن جو بات ہم نے قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ میں دیکھی۔ دارالحدیث میں مرحوم کے دیدارِ عام اور پھر رخصتی کے اہتمام میں دیکھی انوار و برکات اور تجلیات کے ورود میں دیکھی وہ اس سے قبل نہ دیکھی تھی، سب گریاں و بے حال، سب کی حالت دگرگوں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری کائنات سے زندگی اور بہاروں کی مسرتیں چھن گئی ہیں۔محفل ہستی اجڑ گئی ہے گویا گلزارِ کائنات کا گوشہ گوشہ ویران پڑا ہے، زبانِ حال سے ہر شخص کے دل کی دھڑکن اور اس کے ہر دھڑک کی یہ آواز تھی۔

اب کہاں دیکھیں گی آنکھیں جلوۂ خیرالقرون
کون دکھلائے گا ہم کو عالم لایحزنون
کون شرفِ علم سے ابھرے گا مثلِ آفتاب
کون ذروں کو چلا بخشے گا مثلِ ماہتاب
کون برسے گا چمن پر اٹھ کے مانندِ سحاب
جلوہ فرماکون سے پیکر میں ہوگا انقلاب
جانے والے اب کہاں سے تجھ کو لے آئینگے ہم
اب کسے آوز دیں گے جب بھٹک جائینگے ہم

تشنگانِ علوم نبوت کی پیاس بجھانے والا پس از مرگ بھی دارالحدیث میں

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ ایک مردِ عظیم تھے انسانیت کی آبرو، عرفان و ایقان کا تجلی، شریعت کے ہادی، مدارس کی رونق اور جرأت و استقامت کے کوہ گران تھے۔آج آپ کا جسدِ خاکی دارالحدیث میں رکھا گیا تھا جہاں سالہا سال تک اس محدث جلیل، مجاہدِ کبیر، قربانی کے پیکر مجسم، زاہد پاک باطن، مظہر اخلاق و انسانیت، آفتابِ ہدایت و طریقت اور قائدِ شریعت نے سینکڑوں اور

ہزاروں نہیں لاکھوں تشنگان علوم کی پیاس بجھائی تھی اور انہیں علم ومعرفت کی شرابِ طہور سے سیراب کیا تھا۔

اللہ، اللہ! کیا تعلق خاطر تھا اس عظیم رہنماء، تحریک نفاذ شریعت کے قائد، جلیل القدر محدث، عزم و استقلال کے ہمالہ، علم و انکسار کے گلستان، دین حنیف کی شمع جاوداں، جہاد افغانستان کے بحرِ مواج، مردِ قلندر مرد حق، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اس پاک قطعۂ ارضی سے، جہاں بیٹھ کر مرحوم نے اپنی قیمتی زندگی گذاری تھی۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا پڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی ہم نشینی کی سعادتوں سے فیض یاب ہوا کرتے تھے، وہاں موت کے بعد بھی آئے بغیر چین نہ پڑا، اس طرح ایک مرتبہ پھر دارالعلوم کے دارالحدیث کے مبارک مکان کو اس سعادت کا موقعہ ملا کہ جی بھر کر اپنے مکینِ مہ جبین کو دیکھ سکے اور اس کے در و دیواران کا آخری دیدار کرسکیں۔

محدثِ کبیر حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علم و ایقان کے امین، ارشاداتِ حسینیہ کے محرم، شہدائے بالاکوٹ کے اخلاص کے نقشِ کامل، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی زندہ تصنیف، وفاق المدارس العربیہ کے سرپرست ایک ہمہ گیر اور جامع شخصیت کے حامل تھے۔ اس لئے ہر طبقے اور ہر گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے آخری دیدار کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا، جسم اقدس دودھ کی طرح سفید اور چہرہ بدر کامل کی طرح منور تھا، جسد مبارک دارالحدیث میں رکھ دیا گیا تھا اور ہزاروں مشتاقانِ دید، جو دارالعلوم کے وسیع احاطوں، برآمدوں، درسگاہوں، مسجد اور باہر سڑک اور پٹڑی پر کھڑے ہوئے تھے۔ کو نظم و ضبط کے ساتھ قطار در قطار اندر آنے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کا آخری دیدار کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ دارالحدیث کا مرکزی دروازہ بند کر دیا گیا۔ بغلی دروازوں میں سے لوگ ایک دروازے سے داخل ہو کر اپنے محبوب قائد، اپنے محسن و مربی اپنے محبوب استاد، اس گنجینۂ علم اور پیکر عمل پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے خاموشی کے ساتھ دوسرے دروازے سے نکل جاتے، درسگاہوں کے سامنے برآمدوں کے راستے سے دارالحدیث کے جانب جنوب میں جو گیلری بنائی گئی ہے لوگوں کے سیل رواں اور بھیڑ کا ادھر بھی وہی عالم تھا، جو نیچے تھا جو شخص جہاں پھنس گیا سو پھنس گیا نکلنا تو درکنار اپنے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلائے جاسکتے تھے۔

غلاف کعبہ کا تبرک کفن قمیص میں رکھنا

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی (رحمۃ اللہ علیہ) تقریباً ساڑے آٹھ بجے احقر کے قیام گاہ پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ رات حضرت

اقدس شیخ الحدیثؒ کوخواب میں دیکھا ہے۔مرحوم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ غلافِ کعبہ کا تبرک میری کفنی قمیص کے نیچے میرے سینے پر رکھ دیجئے میں غلافِ کعبہ کا ٹکڑہ ساتھ لایا ہوں تا کہ حضرت کے سینے پر رکھا جاسکے۔

حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) سے مشورہ اوران کی اجازت مرحمت فرمانے کے بعد احقر نے تین چار مضبوط اور توانا کارکن طالب علموں سے بات کرلی کہ راستہ بنا کر حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) اور حضرت قاضی صاحب موصوف کوجسدِ اقدس کے پاس لے جایا جائے تا کہ غلافِ کعبہ کا تبرک شاملِ کفن کیا جاسکے۔مگر کئی ایک رفقاء اور کارکنوں کے راستہ بنانے کے باوجود ہم لوگ ابھی چند قدم آگے چلے تھے، کہ ایسے پھنس گئے کہ جان بچانا بھی مشکل ہوگیا۔ بڑی مشکل سے حضرت قاضی صاحب موصوف اور حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کولوگوں کی بھیڑ اور جھمگٹے کے شکنجوں سے بچالیا گیا۔ ورنہ خدا جانے آگے کیا ہوتا۔ پھر جب تدفین کے عمل کا وقت ہوا تو منامی وصیت پر عمل کرتے ہوئے وہ امانت احقر نے پہنچادی اور سینۂ اقدس پر رکھ دی گئی۔

مشتاقانِ دید کا ہجوم

اژدحام جم غفیر اور مشتاقانِ دید کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ اگر اوپر سے کوئی چھوٹی سی چیز نیچے پھینک دی جاتی تو اس کا زمین تک پہنچنا بہت مشکل تھا، لوگ آپس میں اس قدر متصل اور بھنچ چکے تھے کہ جس کا جدھر منہ ہوا ادھر ہی رہ گیا۔ دوسری طرف مڑنا بھی کارے دارد تھا۔بعض اوقات سمندر کی لہروں کی طرح ایک جانب سے ریلا آتا تھا تو دوسری جانب کے آخر تک لوگ اس طرح ملنے لگتے جیسے سمندر کی مچھلیاں یا کسی بڑے دریا میں پانی کی لہریں حرکت میں آجاتی ہیں۔

اس قدر ہجوم، پھر سوگواروں کے بے پناہ اشتیاق وعقیدت اور اژدحام میں اکثر جانیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ احقر نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اندیشے بڑھنے لگے مگر خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی کہ کسی بھی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔

دارالحدیث کی گیلری سے بھی لوگوں کا دیدارِ محبوب

مشتاقانِ دیدار اور محبین صادقین دارالحدیث کے دروازوں سے اندر جا کر اوپر گیلری کے کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر حضرت اقدسؒ کا خوب خوب دیدار کر رہے تھے۔گیلری کے راستے میں بھی اژدحام اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بعض دوستوں کو گیلری کے گر جانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ بہرحال

نیچے ہویا اوپر کسی بھی جگہ حضرتؒ کا دیدار آسانی سے مشکل ہوگیا تھا۔احقر نے دیکھا کہ بعض احباب اپنے طویل القامت ہونے کا فائدہ اٹھاکر اور پنجوں کے بل کھڑے ہوکر لوگوں کے سروں سے دیکھتے اور بعض ایسے بھی تھے کہ لوگوں کے پاؤں میں بیٹھ کر ان کی ٹانگوں کے درمیان سے جھانکنے لگے۔ غرض اضطراب تھا،کبھی نیچے جاتے کبھی اوپر آتے، دارالحدیث کے چھوٹے چھوٹے روشندانوں پر بھی بھیڑ کا وہی عالم تھا جو دارالحدیث کے دروازوں اور گیلری میں تھا۔(احقر مرتب ڈائری دس بارہ برس کی نوعمری اور خطرناک بھیڑ میں بھی حضرت دادا جان کے جسد اطہر کے ساتھ تجہیز وتکفین ،غسل اور دارالحدیث میں سب جگہوں پر برابر ساتھ رہا،دھکوں،ہٹو بچو سے مسلسل واسطہ رہا لیکن دل میں یہی بات تھی کہ آج اگر دیدار اور خدمت سے محروم رہا تو پھر کبھی یہ موقع نہیں ملنے والا،اس دوران حضرت شیخ الحدیث کے دائیں ہاتھ کی کلائی مبارک لوگوں کے جھمگٹوں اور برکت کیلئے دست بوسیوں کی وجہ سے زخمی ہو چلی اور باوجود انتقال کے ۲۰ گھنٹے گزر جانے کے خلاف عادت خون جاری ہوا، عام طبی اور معمول کا تجربہ تو یہی ہے کہ مرنے کے بعد خون جم جاتا ہے اور جاری نہیں ہوتا، میں اس حال میں بھاگم بھاگ مولانا سمیع الحق کے ہاں گیا اور وہاں سے پٹی کروانے کے لئے کپڑا لے آیا اور ہاتھ پر باندھ دیا اس بھیڑ میں یہ سب کچھ کرنے کا آج تک یقین نہیں ہو پارہا ہے لیکن شاید اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت کی سعادت اس ناکارہ روسیاہ کی قسمت میں رکھ دی تھی

سب کی یہ خواہش تھی اور سب یہی چاہتے تھے کہ یہ اپنے محبوب کا آخری دیدار ہے پھر موقع نہیں ملے گا اس لئے سب نہایت قریب سے آفتاب شریعت کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے تھے اور خود اپنا بھی یہی حال تھا غسل اور تکفین کے مرحلہ پر مشائخ اور اکابر اساتذہ کی جماعت کے ساتھ جب مجھے بھی خدمت کی سعادت کا موقعہ حاصل ہوا تو خدا گواہ ہے ہاتھ کام میں اور نگاہیں چہرۂ اقدس پر تھیں۔ دل دوسرے کام میں نہیں لگتا تھا آنکھیں کسی بھی دوسری جانب نہیں پھرتی تھیں۔ دل کی یہ خواہش تھی کہ آج دیکھنے کا ارمان نکال لوں کیونکہ زندگی میں ان کی عظمت، رعب وجلال اور بے پناہ لطف و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔ بہر حال یہ پہلا موقع تھا کہ احقر کو ہی بھر کر چہرۂ اقدس کو دیکھنے کی سعادت حاصل رہی ، ورنہ زندگی میں آنکھیں ملانے کی کب اور کیسے جرأت ہوسکتی تھی۔

مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کورونا وائرس اور دینی مدارس

کورونا وائرس کی عالمی وباء نے کم وبیش دنیا کے دو تہائی مما لک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس مہلک عالمی وباء سے جہاں ایک طرف میڈیکل سائنس کے ماہرین فکر منداور پریشان ہیں وہاں دوسری طرف ماہرین معیشت نے بھی سر پکڑ لیا ہے اس لیے کہ اس وباء کے نتیجے میں عالمی سطح پر کروڑوں لوگوں کے بے روزگار ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے، پاکستان میں ماہرینِ معیشت کے مطابق اس کے نتیجے میں ڈیڑھ سے دو کروڑ افراد مزید بیروزگار ہو جائیں گے۔ پاکستان جیسے غریب ملک کے لیے یہ صورتحال انتہائی تشویشناک ہے گزشتہ ڈیڑھ ماہ میں پاکستانی معیشت کو دو کھرب روپے کا نقصان پہنچ چکا ہے اس لیے کہ کارخانے، فیکٹریاں اور دکانیں بند ہیں، معیشت کا پہیہ جام ہو چکا ہے اور تمام ترقیاتی اور پیداواری منصوبے بند ہو چکے ہیں، اس کساد بازاری کا اثر معاشرے کے تمام شعبوں پر پڑ رہا ہے ہمارے دینی مدارس بھی پاکستانی معاشرے کا حصہ ہیں اور معیشت کی خوشحالی یا بدحالی کے اثرات مدارس پر بھی پڑتے ہیں دینی مدارس وطن عزیز کے حوصلہ مند دیندار اور مخیّر مسلمانوں کے تعاون سے تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں ان مدارس میں مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں ایسے طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں، جن کی تمام ضروریات مدارس کی طرف سے پوری کی جاتی ہیں، جن میں کھانا، رہائش، لباس، کتب، علاج، معالجہ اور ماہانہ وظائف شامل ہیں۔الحمدللہ دینی مدارس وجامعات ملک وقوم کی جو خدمت سرانجام دے رہے ہیں، وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ مدارس امتِ مسلمہ کا سرمایہ اور اثاثہ ہیں موجودہ ایک سال میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق مدارس وجامعات میں قرآنِ کریم کے جو حافظ تیار ہوئے ان کی تعداد اٹھتر (۷۸) لاکھ ہے جن میں چودہ (۱۴) ہزار طالبات ہیں جنہیں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل ہوئی اور انتیس (۲۹) ہزار عالم تیار ہوئے جن میں اٹھارہ (۱۸) ہزار چار سو پچانوے طالبات ہیں جو عالمہ بنی ہیں۔

دینی مدارس سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ رجب، شعبان اور رمضان

المبارک کے مہینے دینی مدارس کی سالانہ تقریبات امتحانات اور تعطیلات کے ایام ہیں ان ایام میں اہل اسلام عشر، زکوٰۃ ،صدقات اور عطیات سے دینی مدارس کی اعانت فرماتے ہیں جس کی بدولت مدارس میں تعلیم و تدریس کا مبارک سلسلہ جاری رہتا ہے، شعبان اور رمضان میں سالانہ امتحانات کی وجہ سے درجہ کتب کے طلبہ چھٹی پر ہوتے ہیں لیکن تحفیظ (حفظ قرآن) کی تعلیم بدستور جاری رہتی ہے اور پیشتر مدارس میں سینکڑوں طلباء حفظِ قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول رہتے ہیں ان طلبہ کی رہائش خورد ونوش اور دیگر ضروریات کے اخراجات جاری رہتے ہیں، اساتذہ کرام اور مدارس کے ملازمین بھی مدارس ہی میں مقیم ہوتے ہیں۔ مطبخ بھی بدستور کھلا رہتا ہے، تمام اساتذہ کرام اور ملازمین کو ایام تعطیلات کی تنخواہیں بھی دی جاتی ہیں مدارس میں قائم مساجد کے اخراجات اور یوٹیلیٹی بلز بھی ادا کئے جاتے ہیں، غرضیکہ درجہ کتب کے طلباء کے اخراجات کے علاوہ مدارس و جامعات کے دیگر اخراجات بدستور جاری رہتے ہیں بلکہ آنے والے تعلیمی سال کی ضروریات اور ضروری تعمیرات بھی انہی ایام تعطیلات میں مکمل کی جاتی ہیں بعض مدارس ایسے بھی ہیں جو تعلیمی سال کے دوران قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور رمضان المبارک میں حاصل ہونے والے عطیات سے وہ قرض چکاتے ہیں۔

احقر کو دیگر مدارس کے تفصیلی حالات تو معلوم نہیں ہیں مگر جامعہ خیر المدارس ملتان میں مشاہرات کی مد میں ماہانہ ۲۲ لاکھ روپے یوٹیلیٹی بلز پندرہ لاکھ روپے اور ضروری مرمتیں اور متفرق اخراجات تقریباً پانچ لاکھ روپے ہیں جو ایام تعطیلات میں بھی بدستور ہوتے ہیں چنانچہ اس وقت بھی تقریباً ساٹھ لاکھ روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں آجکل اگرچہ مدارس و جامعات میں اقامتی طلباء رہائش پذیر نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مدارس کو مقفل (تالا لگا دیا) کر دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مدارس و جامعات کے بعض شعبے پورا سال فعال رہتے ہیں، ان میں دارالافتاء ،تعمیرات اور نشر و اشاعت کے شعبے ہیں مدارس کے تعارف کے سلسلے میں اساتذہ کرام کے اسفار بھی جاری رہتے ہیں چنانچہ بعض اوقات شعبان اور رمضان کے اخراجات عام معمول سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

کورونا وائرس کی وجہ سے آنے والے معاشی بحران سے دینی مدارس بھی متاثر ہوئے ہیں چنانچہ اس سال جامعہ خیرالمدارس میں رجب اور شعبان میں وصول ہونے والے عطیات کی مقدار نہ ہونے کے برابر ہے اور یہی صورتِ حال دیگر مدارس کی بھی ہے۔ اگر اہل دل مخیّر اور دینی تعلیم و تدریس کی اشاعت کا درد رکھنے والوں نے توجہ نہ کی تو اس طرح کی صورتحال رمضان مبارک میں بھی پیش آسکتی ہے جو اہل مدارس کے لئے باعث فکر ہے۔

پاکستان کے مسلمان اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ ہمارے دینی مدارس میں رائج نظامِ تعلیم اور نصاب تعلیم کی نظیر دنیا بھر میں موجود نہیں ہے، دینی مدارس کے اسی نصاب تعلیم کی بدولت یہاں ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں جو دینی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار ہونے کی وجہ سے کسی باطل کے سامنے سرنگوں ہونے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور ضرورت پڑنے پر کفر و الحاد کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں، برصغیر کے ان مدارس کے فضلاء علم وعمل، زہدوتقوی راست بازی اور تصلب و استقامت میں دیگر مسلم ممالک کی یونیورسٹیوں کے فضلاء سے بدرجہا ممتاز اور فائق ہوتے ہیں۔اسلئے دنیا کے مختلف ممالک سے ہزاروں طلبہ پاکستانی دینی مدارس میں تعلیم کو ترجیح دیتے ہیں، اگر خدانخواستہ اہل خیر نے اس سال مدارس دینیہ کی اس طرح اعانت نہ کی جیسے وہ ماضی میں کرتے آئے ہیں تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مدارس دینیہ میں قران وحدیث کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ معطل یا خدانخواستہ منقطع ہو جائے اس لیے میری تمام اہلِ اسلام سے درخواست ہے کہ وہ حسب معمول ان مدارس کو اپنی دعاوں، تعاون اور اعانت میں یاد رکھیں۔

اس وقت ایک ہنگامی صورتحال ہے جس کی وجہ سے اس محنت کش طبقہ کی اعانت بھی ضروری ہے جو ڈیلی ویجز یا یومیہ اجرت پر کام کرتا تھا کارخانے فیکٹریاں اور دکانیں بند ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت بے روزگار ہیں ان کی مدد کرنا بھی ہمارے دینی اور اخلاقی فرائض میں شامل ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس کا یہ مبارک سلسلہ بھی جاری رہنا چاہیے اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اہل خیر حضرات صدقات واجبہ یعنی زکو وعشر وغیرہ کی رقوم تو بدستور مدارس کو دیں اور نفلی صدقہ سے ہمارے ان بھائیوں کی مدد کریں جو موجودہ حالات کی وجہ سے بے روزگار ہوگئے ہیں اس کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم صدق دل سے اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے حق تعالی شانہ سے معافی مانگیں اور پوری امت کے لئے اس وباء سے سلامتی کی دعا کریں بالخصوص وطن عزیز کی سلامتی، حفاظت عزت اور ترقی کے لئے دعا گو رہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہماری مساجد، مدارس اور حرمین شریفین کی ان رونقوں کو بحال فرمائے جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں اور دل روحانی مسرتوں سے لبریز ہو جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں ہم سب کو توبہ و اِنابت کی توفیق عطاء فرمائے۔(آمین)

ڈاکٹر محمد اَسعد تھانوی*

تراویح کی رکعتوں کی تعداد

بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے (الدرمع الرد ۲/۴۹۳)اس پر خلفائے راشدینؓ،صحابہ کرامؓ ،تابعین ،ائمہ مذاہب متبوعہ اور جمہور مسلمانوں کا خیرالقرون کے زمانے سے عملدرآمد ہے ، ۸/رکعت تراویح نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ کرامؓ سے اس لیے آٹھ رکعت کو سنت اور اس سے زیادہ کو خلاف سنت کہنا بے دلیل ہے ۔صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرامؓ کو ماہ رمضان کی راتوں کو آباد کرنے اور ان میں نماز (نماز تراویح) پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا معمول نہیں تھا صحابہ کرامؓ تنہا یا چھوٹی جماعتوں میں پڑھتے تھے ،ہاں !حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین یوم باجماعت نمازِ تراویح پڑھا کرامت کے سامنے عملی نمونہ رکھ دیا ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح باجماعت اہتمام کے ساتھ تراویح پڑھنا پسند تھا لیکن آپ نے امت پر فرض ہونے کے پیش نظر اہتمام ترک کردیا ،جیسا کہ بخاری میں ام المؤمنین عائشہؓ سے (حدیث نمبر۲۰۱۲) اور حضرت ابوذرؓ سے ترمذی (حدیث نمبر ۳۷۰۶) میں مروی ہے لیکن ان راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت پڑھائیں؟ اکثر اہل علم کے نزدیک اس کی واقعی تعداد بسند صحیح ثابت نہیں چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا

> من ظن ان قيام رمضان فيه عدد موقتٌ عن النبى صلى الله عليه وسلم لايزاد ولايُنقُص عنه فقط اخطأ
>
> جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی عدد متعین معین ثابت ہے جو کم وبیش نہیں ہوسکتا وہ غلطی پر ہے ۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:۲/۲۷۲)۔

---

* مہتمم/صدر جامعہ اشرفیہ سکھر،سابق ممبر مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

علامہ شوکانیؒ نے بھی نیل الاوطار(۳/ ٦٦) میں تراویح کے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عدد معین ثابت نہ ہونے کی تسلیم کی ہے لہٰذا جولوگ کہتے ہیں تراویح آٹھ رکعت سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آٹھ رکعت پڑھائی ہے ان کا قول بلا دلیل ہے ۔

جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی رکعات کا تعین نہیں کیا صحابہ کرامؓ نے فعلی طور پر رکعات کا بیان کیا ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا

صَلّٰی بِنَا رَسُولُ اللّٰہِ صلی الله علیه وسلم فِی رَمُضَانَ ثَمَانَ رَکُعَاتٍ وَالُوِتُرَ

(صحیح ابن حبان ٦/ ١٦٩)

(ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں تراویح پڑھی آٹھ رکعت اور اس کے بعد وتر)

علماءِ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا "اَنُ یُصَلِیّ بِهِمُ عِشُرِیُنَ رَکُعَةً" یہ حدیث ابوشعبہ طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے اس کو بھی حدیثِ ضعیف گردانا گیا ہے (جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نمازِ تراویح بیس رکعت ادا فرمائیں) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کی روایت ہے

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى فِى رَمَضَانَ عِشُرِينَ رَكُعَةً وَالُوِتُرَ" (السنن الكبرى للبيهقى:٢/ ٦٩٨،رقم ٤٢٧٦،باب ماروى فى عدد ر كعات القيام،ط دارالكتب علميه البيروت)

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں (تراویح) بیس رکعت اور وتر ادا فرماتے تھے۔ اس حدیث کو عبد ابن حمید نے اپنی مسند میں طبرانی نے کبیر نے بیہقی نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

حدیث ابنِ عباسؓ بھی ضعیف ہے لیکن اس پہ صحت کا حکم لگایا جائے گا اس کے تلقی بالقبول کی وجہ سے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اب تک مسلمانوں کے ہر علاقے میں نمازِ تراویح بیس رکعت ادا کی جاتی ہے) حدیثِ ابنِ عباسؓ کو اہلِ علم نے حدیثِ جابرؓ کی طرح ضعیف تو کہا ہے لیکن کسی نے موضوع نہیں کہا بلکہ خلفائے راشدینؓ اور ساڑھے چودہ سو برس کے مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے حدیثِ ابنِ عباسؓ (بیس رکعت) کو اصح اور احسن سمجھا جائے گا۔ بیہقی نے صحیح اسناد

کے ساتھ یہ بات بیان کی ہے کہ خلفائے راشدین، صحابہ اور تابعین بیس رکعت تراویح پر مواظبت کرتے تھے اور یہ کہ حضرتِ عمرؓ، حضرتِ عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ وغیرہ کے زمانے میں نمازِ تراویح باجماعت بیس رکعت ادا کی جاتی تھیں (الاتحاف ٣/٤١٥، عمدة القاری ٣/٩٨)اس سلسلے میں چندروایتیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مؤطاامام مالک میں یزید بن رومانؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت نماز پڑھتے تھے (مؤطاامام مالک:۲۸۱)

(۲) بیہقی میں حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت تر واتح پڑھتے تھے اورحضرت عثمانؓ کے زمانے میں لوگ قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگالیا کرتے تھے (السنن الکبریٰ للبیہقی: ٤٢٨٨)

(۳) کنزالایمان میں بھی ہے کہ حضرتِ علیؓ نے رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کی امامت فرمائی (کنز الایمان ٢/٢٤٨ اور اعلاء السنن ٧/٤١)

(۴) ابنِ ابی شعبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا کہ حضرتِ علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک کے مہینے میں بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھائے (اعلاء السنن ٧/٤٣،السنن الکبریٰ للبیہقی :٤٢٩١)

(۵) حضرت شُتیر بن شکل، جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی :۴۲۹۰)

(۶) حضرت ابوالخصیب سے مروی ہے کہ سوید بن غفلہ (جو کبارتابعین میں سے تھے) رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔(مصنف بن ابی شیبہ:۷۷۰۲)

(۷) مکہ معظّمہ میں حضرت عطاء بن رباحؒ (م:۱۱۴ھ) کے زمانے میں بیس رکعت پر عمل تھا (مصنف بن ابی شیبہ:۷۶۸۸)

یہ تو صحابہ کرامؓ اور تابعین کے زمانے کا حال تھا، اسکے بعد تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ اپنی اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے ان میں سے بلکہ انکے علاوہ بھی جو ائمہ ہیں جن کا اتباع کچھ عرصہ تک کیا جاتا رہا مثلاً داؤد ظاہری،سفیان ثوریؒ، کسی کا بھی مسلک بیس رکعت سے کم نہیں تھا بلکہ سب بیس رکعت تراویح کے قائل تھے، ہاں امام مالکؒ سے

دوروایتیں ہیں ایک بیس کی ایک بیس سے زیادہ کی جیسا کہ بدایۃ المجتھد(۲۱۰/۱) میں ہے:

واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بھاالناس فی رمضان فاختار مالکؒ فی احد قولیه وابوحنیفةؒ والشافعیؒ واحمدؒ وداؤدؒ القیامه بعشرین رکعة سوی الوتر

ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد بلکہ زندگی ہی میں ان کے مسالک پر عمل شروع ہوگیا تھا جوآج تک دنیا کے ہر خطے میں جاری ہے۔

آج چاروں اماموں کی کتب فقہ ہزاروں کی تعداد میں موجوداورمتداول ہیں ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت تراویح کی تعلیم نہیں دی گئی الغرض عہد فاروقی سے لیکرآج سے ڈیڑھ سوسال پہلے تک یعنی اس نوخیز جماعت (غیر مقلدین) کے وجود میں آنے سے پہلے تک صحابہ کرامؓ،تابعین، امت کے بڑے بڑے علماء،فقہاء،محدثین،ائمہ مذاہب،اورعامۃ المسلمین کا پورے عالم اسلام یہاں تک کہ حرمین شریفین میں بھی بلاکسی اختلاف کے بیس رکعت پرعملدرآمد رہا،بیس سے زیادہ کے ایک دو قول ملتے ہیں لیکن بیس سے کم کسی بھی قول کا پوری اسلامی تاریخ میں کہیں بھی کوئی ذکرنہیں ملتا۔تعامل امت ، خود ایک ایسی مضبوط دلیل ہے کہ اس کے مقابلے میں اعلیٰ سند سے مروی کوئی روایت بھی مجروح قرار پائی گی ،خطیب بغدادیؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جن کی امامت اور جلالت علمی مُسلَّم اورمتفق علیہ ہے سے نقل کیا کہ وہ کہا کرتے تھے :ایک طرف کسی بات پرلوگوں کا اتفاق ہواور دوسری طرف کوئی روایت بسلسلہ سفیان’’از منصور ،از ابراہیم ،از علقمہؒ،از ابن مسعودؓ مروی ہوتوباوجود یہ کہ سلسلہ سند دنیا کی سب سے صحیح سندوں میں شمار ہوتا ہے پھربھی میرے نزدیک اس سے زیادہ قابلِ اعتمادلوگوں کا اتفاق ہے۔(الکفایه فی علم الروایه:١/٣٣٤)

امامِ ترمذیؒ نے اپنی سنن میں بیان فرمایا کہ اکثر اہلِ علم حضرتِ علیؓ اور دیگر صحابہؓ سے نمازِ تراویح بیس رکعت کی روایت کرتے ہیں اور یہی قول سفیان ثوریؒ، ابنِ مبارکؒ اورامام شافعیؒ کا ہے۔ (امام شافعیؒ کی سنِ ولادت ۸۰ھ ہے اور صحابہ کرامؓ ۹۰ھ اور۱۰۰ھ تک زندہ رہے ہیں) امام شافعیؒ نے فرمایا ہم نے اپنے شہر مکے میں دیکھا کہ لوگ نمازِ تراویح بیس رکعت ادا کرتے ہیں (سنن ترمذی ۹۹/۱) ہمارے استاد اور برصغیر کے عظیم محدث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا کہ ہم تک تواتر کے ساتھ بیس رکعت تراویح اسی طرح پہنچیں جیسے قرآنِ پاک، اذان، پانچ نمازیں، نمازوں کی

رکعتیں وغیرہ اور ہمیں ان کو ثابت کرنے کے لئے کسی مخصوص روایت اور سند کی ضرورت نہیں ہے چونکہ عظیم تواتر اور مستقل عمل سندوں سے زیادہ شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ عمل کا تواتر ہونا تواترِ اسناد سے زیادہ قوی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ (موطا امام مالکؒ روایتِ محمد ابنِ حسن شیبانی،ص ۹۱)

دوسری بات یہ ہے کہ رکعاتِ تراویح کوئی فرض یا واجب کام نہیں ہے بلکہ فضائل اور رغبتوں میں سے ہے اس میں حدیثِ ضعیف بھی قبول کی جائے گی اگر وہ صحیح حدیث کے مقابلے میں نہ ہو یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے چاروں امام بیس رکعت نمازِ تراویح پر متفق ہیں۔ جہاں تک ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی حدیث

مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَ لَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً

(صحیح بخاری ۱۴۵/۵، ح ۲۰۱۳)

”جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر زیادتی نہیں کرتے تھے“

(یعنی ۸ رکعت تہجد کے نفل اور ۳ رکعت نمازِ وتر) کا تعلق ہے نمبر ایک یہ گھر کی نماز ہے کیونکہ اس کی راوی صرف ام المومنینؓ ہیں کوئی مرد نہیں ہے نمبر ۲ یہ نمازِ تہجد ہے جو رمضان اور غیرِ رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہے یہ نمازِ تراویح کے لئے حدیث نہیں ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ حدیثِ عائشہؓ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے روایت کی ہے لیکن کسی کا بھی مذہب تراویح کے لئے آٹھ رکعت نہیں ہے۔ نیز اگر اس سے نماز تراویح مراد ہوتی تو امام بن تیمیہؒ اور علامہ شوکانیؒ وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح سے متعلق عددِ معین کے ثبوت کا انکار کیوں کرتے؟ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام مسجدِ نبویؐ میں باجماعت نمازِ تراویح بیس رکعت ادا کرتے تھے ام المومنینؓ کا حجرہ ملا ہوا تھا اگر یہ غلط ہوتا تو وہ اس کو تبدیل کراتیں کیونکہ ام المومنینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد پچاس برس زندہ رہیں جس میں حضرتِ ابوبکرؓ، حضرتِ عمرؓ، حضرتِ عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ کا زمانہ خلافت یعنی پوری خلافتِ راشدہ آتی ہے۔ امامِ بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں حدیثِ عائشہؓ کو ابوابِ تہجد میں لانے کے بعد بابِ تراویح میں ذکر نہیں کیا۔ اور امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ نے بھی اپنی کتابوں میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی مندرجہ بالا حدیث کو قیام اللیل (تہجد) کے باب میں ہی ذکر کیا ہے یعنی وہ بھی مذکورہ بالا حدیث کو کیونکہ اس میں رمضان اور غیرِ رمضان کا

تذکرہ ہے نمازِ تہجد کے لئے ہی سمجھتے ہیں،امام ترمذیؒ نے حسب عادت مذاہب ائمہ کا ذکر تراویح کے باب میں کیا لیکن بیس سے کم کا مسلک کسی کا ذکرنہیں کیا۔

واختلف اهل العلم فی قیامِ رمضانَ فرأی بعضهم:ان یُصلّی احدی واربعین رکعةً مع الوتروهو قول اهل المدینه ،والعمل علی هذا عندهم بالمدینة، واکثراهل العلم ماروی عن عمروعلیٍّ وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عِشْرِیْنَ رکعةً وَهُوَقول الثوریؒ،وابن المبارکؒ والشافعیؒ، وقال الشافعیُ وهٰکذا ادرکت ببلدنا یصلون عِشْرِیْنَ رَکعةً الخ (ترمذی:۳/۱۶۰)

امام مسلم صحیح مسلم میں باب نمبر ۱۷ باب صلوٰۃ اللیل میں احادیث ۱۷۱۶سے لے کر ۱۷۲۶تک ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی مذکورہ بالا حدیث کومختلف سندوں کیساتھ لائے ہیں اور آخری دونوں حدیثوں میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اس رات کی نماز کے ساتھ ساتھ نمازِ فجر کی۲سنتیں بھی ادا فرما لیتے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پورے سال کی وہ نماز ہے جس کوتہجد کہتے ہیں جو سو کے اٹھنے کے بعد فجر سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔امام مسلمؒ نے اپنی کتاب کے باب نمبر ۲۵ میں تراویح کے بارے میں جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی مذکورہ بالا حدیث موجود نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ام المومنین کی مذکورہ بالا حدیث کو وہ بھی صرف نمازِ تہجد کے لئے سمجھتے ہیں تراویح کے لئے نہیں۔امام مسلمؒ نے اپنے اس باب میں حدیث نمبر۱۷۷۸حضرتِ ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا ”من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه“ اس سے اگلی حدیث میں مذکورہ بالا کلمات کے بعدلکھا ہے

فتوفی رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم والامر علی ذلك ثم كان الامر علی ذلك فی خلافة ابی بکر، وصدرا من خلافت عمر علی ذلك یعنی جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان المبارک میں قیام (نمازِ تراویح) کا حکم دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے تک اور حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ کی خلافت تک ایسا ہی رہا (یہ حضرتِ ابوہریرۃؓ اپنی زندگی کا مشاہدہ بتلا رہے ہیں) پھرحضرت عمرؓ نے منشاء نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے مسجد نبوی میں ایک امام کے پیچھے باضابطہ تراویح کا حکم دیا اورحضرت ابی بن کعبؓ کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا بحیثیتِ خلیفہ رسول صحابہ کرام کی موجودگی میں حکم دیا آپ کا حکم جومنشاء عہدِ نبوی کے مطابق

تھا واجب الاتباع تھا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حکم شرعی ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی سنت بھی حکم شرعی کا درجہ رکھتی ہے اگرچہ اس کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ رہا ہو، مثلاً ایک ہی مصحف میں جمع قرآن، جمعہ کے روز اذانِ اول وغیرہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء نے جاری کیا چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ نے تراویح کے باضابطہ جاری کرنے کو سنت قرار دیتے ہوئے لکھا:

"اما قیام رمضان فان رسول الله صلی الله علیه وسلم سنه لامته وصلیٰ بهم جماعةً عدد لیالٍ وکانوا علی عهدهِ یصلون جماعتاً وفرادالکن لم یداوم علی جماعةٍ واحدةٍ لئلاتفرض علیهم ـفلما مات النبی صلی الله علیه وسلم استقرت الشریعه فلماکان عمرؓ جمعهم علی امامٍ واحدٍ وهوابی بن کعبٍ الذی جمع الناس علیها بامرعمربن الخطابؓ ،وعمرؓومن الخلفاء راشد حیث یقول صلی الله علیه وسلم عَلَیْکُمْ بِالسُّنَّتِیْ وَسنة الخلفاءِ راشدین المهدیین من بعد،وهذالذی فعله سنةٌ وهی سنةٌ من الشریعه وهکذا اخراج الیهود والنصاری من جریرة العرب وجمع القرآن فی مصحف واحدةٍ وفرض الدیوان والآذان الاول یوم الجمعة ونحو ذٰلك مما سنه الخلفاء الراشدون الخ" (فتاویٰ ابن تیمیہؒ:۲۳۵/۲۲)

اور صحابہ کرام بھی یہی سمجھتے تھے اس لیے کسی سے بھی نکیر منقول نہیں اور نکیر کرتے بھی کیوں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خلفائے راشدین، بالخصوص حضرت ابوبکر اور عمرؓ کے اتباع کا حکم دیا جیسا کہ حدیث میں ہے عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوابالذین من بعدابی بکرٍ وعمر (میرے بعد ابوبکر وعمر کا اتباع کرو) (ترمذی:۳٦٦۲) نیز ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے :"علیکم بالسنتی وسنة الخلفاءِ راشدین المهدیین" (ابوداؤد:٤٦٠٧)

شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا کہ اس سے مراد نمازِ تراویح ہے اور اجماعِ امت اور اجتماعِ علماء ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام نے متفقہ طور پر اس کو قبول کیا جو بمنزلہ اجماع ہے،ولنا ان عمرؓ لماجمع الناس علی ابن بن کعبٍؓ وکان یصلی لهم عشرِیْنَ رکعةً،

وهذا كالاجماع (المغنى لابن قدامه :۱۲۳/۲) اس کے مسنون ہونے پر، صحیح مسلم باب نمبر ۲۵ حدیث نمبر ۱۷۸۲ میں عروہ ابنِ زبیرؓ (ام المومنینؓ کے بھانجے) نے عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء کے بعد لوگوں کو ایک دن نمازِ تراویح کی امامت کی اور قرآنِ پاک پڑھا اگلے دن لوگ زیادہ جمع ہو گئے پھر تراویح کی امامت فرمائی اور قرآنِ پاک کی تلاوت کی پھر تیسرے دن بھی اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح کی امامت فرمائی اور زیادہ قرآنِ پاک پڑھا۔ اگلی حدیث نمبر ۱۷۸۳ میں یہ جملہ زیادہ ہے کہ چوتھی رات نمازی اتنے جمع ہوئے کہ مسجد چھوٹی پڑ گئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تراویح کی امامت کے لئے تشریف نہیں لائے صبح نمازِ فجر کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کا جمع ہونا معلوم تھا لیکن میں امامت کے لئے اس لئے نہیں آیا کہ کہیں تم پر نمازِ تراویح فرض قرار نہ دے دی جائے اور تم اس میں سستی کرنے لگو۔ حدیث نمبر ۱۷۷۲ کے آخر میں امامِ مسلمؒ نے یہ جملہ بھی بڑھایا و ذلك فى رمضان یعنی یہ نماز (تراویح) رمضان شریف کے مہینے میں تھی۔ حدیث نمبر ۱۷۸۰۔۱۷۷۸ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلے گناہوں کی معافی کی خوشخبری رمضان المبارک کے قیام اللیل (نمازِ تراویح) جو رات کے اول حصے میں نمازِ عشاء کے بعد ادا کی جاتی ہے اور امام مسلمؒ کی لائی ہوئی حدیث نمبر ۱۷۸۲ میں تینوں دن کی نمازِ تراویح کی امامت کا تذکرہ نمازِ عشاء کے بعد کیا ہے۔ منکرین نمازِ تراویح کو مذکورہ بالا احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساڑھے چودہ سو سال کے امت کے نمازِ تراویح کی ادائیگی کے تسلسل کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔

درحقیقت قرآنِ پاک کیونکہ قیامت تک کے لئے ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اور اس کی حفاظت کے دو طریقے رائج کیے ہیں ایک کتابت (لکھنا) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکریٹری زید ابنِ ثابتؓ اور تقریباً ۷۰ کاتبینِ وحی انجام دیتے تھے جس کا تذکرہ ہم نے علیحدہ مضمون میں کیا ہے اور دوسرا طریقہ حفظِ قرآنِ پاک کا ہے دنیا میں لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں حافظِ قرآن موجود ہیں وہ ہر سال مساجد میں میدانوں میں، پارکوں میں، گھروں میں تراویح میں پورا قرآنِ پاک سنا کر اپنے نمازیوں (لوگوں) کو گواہ بنا لیتے ہیں کہ ان کے ذمے اللہ نے جو حفاظتِ قرآن کی نوکری لگائی تھی وہ اس کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں تاکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت اپنے تراویح کے نمازیوں کو بطورِ گواہ پیش کر کے اس نوکری کی اجرت (اجر) حاصل کر سکیں قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یَوْمَ

نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" (۱۷/۷۱) (اس دن کو یاد رکھو جب تمام انسانوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلایا جائے گا) اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول تو سب سے اعلیٰ ہے جسمیں فرمایا قد فرض اللّٰه لكم صيامه و سَنَّنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ (اللہ نے تمہارے اوپر رمضان المبارک کے روزے فرض قرار دیئے اور میں نے رمضان المبارک کا قیام (نمازِ تراویح) تمہارے لئے سنتِ مؤکدہ قرار دی) اسیطرح مسند احمد کی حدیث نمبر ۲۲۳۹ میں ہے

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن بن عوف عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت كان الناس يصلون فی مسجد رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فی رمضان بالیل اوزاعا يكون مع الرجل شئ من القرآن فيكون معه انفر الخمسة اوستة او اقل من ذلك و او اكثر فيصلون بصلاته (الخ)

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سے روایت ہے وہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ لوگ رمضان شریف کی راتوں کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھا کرتے تھے ایک آدمی کو کچھ قرآن یاد ہوتا تو اس کے ساتھ پانچ یا چھ یا اس سے کم یا زیادہ لوگ نماز ادا کرتے ......''

مسند امام احمد کی مندرجہ بالا حدیث سے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی مسجد نبویؐ میں باجماعت نماز تراویح ادا کی جاتی تھی۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں حدیث نمبر ۱۳۷۶ ہے

عن ابی هريرة قال: خرج رسول اللّٰه صلی علیه وسلم فاذا أُناس فی رمضان يصلون فی ناحية المسجد فقال ما هٰؤ لاء؟ فقيل: هٰؤ لاء ناس ليس معهم قرآن، و ابی ابن كعب يصلی وهم يصلون بصلاته، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اصابوا، و نعم ماصنعوا، قال ابو داؤد:ليس هٰذا الحديث بالقوی، مسلم بن خالد ضعيف۔

(ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے گوشے میں رمضان شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

لوگوں نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں لہٰذا ابی ابن کعبؓ کے پیچھے یہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ انہوں نے ٹھیک کیا اور بہتر کام کیا۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں ہے اس لئے کہ مسلم بن خالد ضعیف ہیں)

ہم اوپر تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ ضعیف حدیث حلال وحرام اور فرائض کے باب میں تو قابل قبول نہیں ہوتی لیکن نوافل اور فضائل کے باب میں اس کو قبول کیا جاتا ہے۔ اور جب اجماع امت، لوگوں کا تعامل اور دیگر احادیث اس کا ساتھ دے رہی ہوں تو وہ صحیح کا درجہ حاصل کر لیتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللّٰہ حسنٌ (موطا امام مالک روایت محمد بن حسن شیبانی (صفحہ نمبر ۹۱)۔ امام ابوداؤد کی یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مسجدِ نبویؐ میں باجماعت (ابی ابن کعبؓ کی امامت میں) نمازِ تراویح رمضان المبارک میں ادا کی جاتی تھی۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ کی موجودگی میں بیس رکعت تراویح جاری کرنے کا حکم دیا، صحابہ کرام نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی، جس سے اس پر اجماع منعقد ہو گیا چنانچہ ابن قدامہ نے مغنی میں بیس رکعت تراویح ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "ھذا کالاجماع" (الکفایه فی علم الروایه: ۱۲۳/۲) یعنی یہ بمنزلہ اجماع ہے۔ نیز عہدِ صحابہ سے لیکر آج تک شرقاً غرباً بشمول حرمین شریفین بیس رکعت کا تعامل ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہی اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، قرآن میں وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور: ۵۵) (اللہ تعالیٰ خلفائے راشدین کے ذریعے اس دین کو قرار و تمکین بخشیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے) نیز حدیثِ رسول بھی خلفائے راشدین کی پیروی کی تاکید کرتی ہے اور اسکی مخالفت کو بدعت اور گمراہی قرار دیتی ہے۔ جیسا کہ مسند احمد میں عرباض بن ساریہ کی روایت ہے انه من یعش منکم بعدی فَسَیَرٰی اختلافاً کثیراًفعلیکم بالسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین، وایاکم ومحدثات الامور، فان کل محدثةٍ بدعةٌ وکل بدعةٍ ضلالة (مسنداحمد: ۱۷۱۴۴)

مندرجہ بالا احادیث اور ان کی تفصیلات کے بعد وہ بزعم خود مفکرِ اسلام کیا جواب دیں گے جو کہتے ہیں "تراویح تو کوئی نماز ہی نہیں" جبکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اب تک تسلسل کے ساتھ دنیا کے ہر کونے میں امتِ مسلمہ نمازِ تراویح ادا کرتی ہے اور قیامت تک ادا کرتی رہے گی۔ حلیمی نے ایک نکتہ بیان کیا کہ سنتیں فرائض و واجبات کا تکملہ ہیں دن میں پانچ وقت کی فرض

نمازیں مع وتر (جو واجب ہیں) بیس بنتی ہیں تراویح کی بھی رکعتیں بیس رکھی گئیں تاکہ تمام فرائض و واجبات (بیس) کا تکملہ بیس تراویح سے ہو جائے۔قرآن و حدیث میں خلفائے راشدین کے حکم اور عمل وغیرہ پر بھی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔حالیہ زمانے کے غیر مقلدین جو خود کو اہلِ حدیث کہتے ہیں اگر وہ حدیث پر عمل کرتے ہیں تو ان کو(۱) عالمِ اسلام کی تمام مساجد میں تراویح با جماعت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف مسجدِ نبویؐ میں نمازِ تراویح با جماعت پڑھائی تھی (۲) ان کو تراویح میں پورا قرآنِ پاک نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کی تراویح کی امامت میں پورا قرآنِ پاک نہیں پڑھا تھا۔(۳) اگر وہ واقعی اہلحدیث اور عامل بالحدیث ہیں تو ان کو ایک دن ۸ دوسرے دن ۲۰ یا ایک سال ۸ روزانہ اور دوسرے سال ۲۰ روزانہ پڑھنی چاہئیں تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔نمبر۴ حدیث شریف کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن کم دوسرے دن زیادہ اور تیسرے دن اس سے زیادہ قرآنِ پاک تراویح میں تلاوت کیا تھا اگر یہ خود کو عامل بالحدیث کہتے ہیں تو اپنی مساجد میں ہر رمضان المبارک پہلے دن تراویح میں کم دوسرے دن زیادہ اور تیسرے دن اس سے زیادہ تلاوت کیا کریں تاکہ حدیث شریف پر عمل ہو جائے لیکن اہلحدیث مساجد میں ایسا نہیں کیا جاتا۔تمام غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں وہ بھی تقلید کرتے ہیں لیکن اپنے امامِ مسجد کی کیونکہ تمام لوگ حدیث کے عالم نہیں ہیں ہم آئمہ اربعہ جیسے جلیل القدر فقہاء اور علماء کی تقلید کرتے ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث سے مسائل کو استنباط کیا یعنی Codification of law کیا۔امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر میرا فقہہ کا کوئی جزیہ تم کو قرآن اور حدیث کے خلاف نظر آئے تو اس کو دیوار پر دے کر مارو (یعنی وہ قابلِ عمل نہیں ہے)۔ان کا یہ عمل تو صریح حدیث کے خلاف نظر آتا ہے پھر کیسے خود کو اہلحدیث کہتے ہیں۔عام روزمرہ کی زندگی میں بھی انسان تقلید کرتا ہے مکان بنانا ہو تو Architect اور انجینئر کی، بیمار ہو تو ڈاکٹر کی اور جب گھڑیاں موجود نہیں تھیں تو لوگ مؤذن کی تقلید کرتے تھے اس کی اذان پر مسجد میں چلے جاتے تھے غرض زندگی کے ہر مرحلے میں انسان تقلید کرتا ہے۔تراویح کی رکعات کے سلسلے میں حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ کا یہ واقعہ بڑا اہم ہے کہ گاؤں کا کوئی بغیر پڑھا لکھا آدمی آیا اور اس نے پوچھا: کہ مولوی جی تراویح میں رکعتیں آٹھ ہیں بارہ ہیں یا بیس۔حضرتؒ نے جواب دیا اگر تم ضلع کی کچہری میں اپنی زمین کا مالیانہ جمع کرنے جاؤ اور تمہیں یہ پتہ نہ ہو کہ تمہیں آٹھ روپے جمع کرانے ہیں یا بارہ یا پھر بیس تو تم کتنے لیکر جاؤ گے اس نے جواب دیا بیس لے جاؤنگا تاکہ آٹھ مانگیں تو آٹھ

دے دوں بارہ مانگیں تو بارہ دے دوں اور اگر بیس مانگیں تو پورے بیس دے دوں حضرت نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بیس رکعتیں لے جاؤ اگر انہوں نے آٹھ مانگیں آٹھ دے دینا بارہ مانگیں بارہ دے دینا اور اگر بیس مانگیں تو ساری بیس دے دینا لیکن اگر تم آٹھ لیکر گئے اور اللہ نے بیس مانگیں تو باقی کہاں سے پوری کرو گے چنانچہ اس کی سمجھ میں بات آ گئی۔ کاش غیر مقلد حضرات (جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں) وہ بھی اس گاؤں کے بغیر پڑھے لکھے آدمی کی طرح اس موٹی بات کو سمجھ سکیں۔

موجودہ دور کے ایک صاحب جو شاید غیر سند یافتہ ہیں خود کو اسلامک اسکالر ظاہر کرتے ہیں داڑھی بھی سنت کے مطابق نہیں بلکہ کلّوں پر ایک تھوک سا لگا ہوا ہے اور اب شاید پاکستان سے ترکِ وطن بھی کر چکے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح تو کوئی نماز ہی نہیں ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مستند عالم کی بات شرعی معاملات میں نہیں سنی جا سکتی دوسری بات یہ ہے احادیث مبارکہ میں جو تراویح کا ذکر ہے اور سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر اب تک جو اس پر اجماعِ امت ہے اس کا وہ کیا جواب دے سکتے ہیں مزید یہ کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآنِ پاک سے بھی نمازِ تراویح کو ثابت کیا ہے(۱)" لَيْسُوْا سَوَآءً ط مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ" (القرآن ۳/۱۱۳) (سب برابر نہیں ہیں اہلِ کتاب (اہلِ قرآن) میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں)

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ ایسی نماز کا ذکر کیا گیا ہے جس میں تلاوتِ قرآن پاک کی جاتی ہے کھڑے ہو کر کی جاتی ہے رات کے وقت میں کی جاتی ہے اور اس میں سجدہ بھی کیا جاتا ہے یعنی یہ تلاوت نماز میں ہوتی ہے اس کا اطلاق تراویح کے علاوہ اور کسی نماز پر نہیں ہوتا۔

(۲) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (المزمل: ۲۰) (بیشک آپ کے اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ لوگوں کا ایک گروہ رات کو کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات، کبھی ایک تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہیں)

قرآن پاک کی اس آیت میں "آپ کے ساتھ لوگوں کا ایک گروہ" لفظ یہ بتاتا ہے کہ یہ (الف) باجماعت نماز ہے۔(ب) گھر سے باہر نماز ہے۔(ج) اور جس میں لوگوں کا ایک گروہ شامل ہیں۔نمازِ تہجد گھر میں ادا کی جاتی تھی اور تنہاء دادا کی جاتی تھی۔ یقیناً قرآن پاک کی اس آیت میں اُس نماز تراویح کا اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے جو رمضان المبارک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تین دن مسجد نبوی میں عطاء فرمائی ۔جس کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے ۔ بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں حدیث نمبر ۱۰۵۸) میں تین رات مسجد میں نماز تراویح کی امامت اور پیچھے کھڑے ہوکر صحابہ کرام کے تراویح پڑھنے کا ذکر ہے ،اسی طرح صحیح مسلم میں باب نمبر ۲۵ ''باب الترغیب فی قیامِ رمضان وھوالتراویح'' میں بھی حدیث نمبر ۱۷۸۲/اور ۱۷۸۳ میں تین روز مسجد میں نماز تراویح کی امامت اور لوگوں کی اقتداء کا ذکر ہے ۔جبکہ صحیح مسلم کے باب نمبر ۱۷ باب صلوٰۃ اللیل میں تہجد کے بارے میں اور صحیح بخاری میں نماز تہجد کے بارے میں جو احادیث آئیں ہیں اس میں وضاحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ نماز تہجد سو کے اُٹھنے کے بعد صبح کی نماز سے تھوڑا پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفرادی طور پر ادا فرماتے تھے اور کبھی گیارہ رکعت یعنی آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر اور کبھی تیرہ رکعت یعنی دو رکعت نماز فجر سے پہلے کی سنتیں بھی ادا فرماتے تھے کسی بھی حدیث میں اس بات کا تذکرہ نہیں ہے کہ نماز تہجد باجماعت ادا کی ہو یا وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ (اور آپ کے ساتھ (پیچھے) لوگوں کا ایک گروہ) پیچھے لوگ ہوں اور تہجد مسجد میں باجماعت ادا کی گئی ہو۔اس سے پتہ چلا کہ قرآنِ پاک کی مذکورہ بالا آیت کا اطلاق صرف تراویح پر ہوتا ہے ۔

مذکورہ بالا صاحب حج اور عمرے کے وقت صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے وجود کا بھی انکار کر چکے ہیں حالانکہ صفا اور مروہ کی سعی کئے بغیر نہ حج مکمل ہوتا ہے نہ عمرہ شرفِ قبولیت حاصل کر سکتا ہے۔قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ'' (القرآن ۲/۱۵۸)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے ان کے بھانجے عروہ ابنِ زبیرؓ کے سوال کے جواب میں یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے اور حج میں صفا مروہ کے درمیان سعی کی ہے اس آیت کے نزول سے پہلے انصار صفا اور مروہ کے درمیان سعی سے اجتناب کرتے تھے کہ کفارِ مکہ نے اساف نامی بُت صفا پر اور نائلہ نامی بُت مروہ پر رکھ دیا تھا اور ان کی عبادت کرتے اور سعی کرتے تھے یہ بُت فتح مکہ کے بعد ہٹا دیئے گئے اور قرآنِ پاک کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو واجب قرار دے دیا گیا امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی حج کا رکن ہے بعض دوسرے اس کو واجب

کہتے ہیں اگر عمداً یا سہواً کوئی شخص صفا مروہ کی سعی چھوڑ دے تو اس کو دم دینا (حرم میں ایک جانور قربان کرنا) ہوگا آخری حج کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''حج کے احکام مجھ سے لے لو جیسے میں نے حج کیا ایسے حج کرو'' اور انہوں نے حج اور ہر عمرے میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی ہے درحقیقت یہ حضرتِ ہاجرہؑ کے ان سات پھیروں کی نقل ہے جو انہوں نے اپنے شیرخوار بچے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی جلیل القدر اہلیہ (ہاجرہؑ) اور ان کے جلیل القدر بیٹے اور اللہ کے نبی حضرت اسماعیلؑ کے کاموں کو قرآنِ پاک میں اسوۂ حسنۃ قرار دیا ہے قرآن میں ارشادِ گرامی ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ (٤/٦٠)

''تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان اور اطاعت میں) ان کے شریکِ حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے''

اور اس پر اجماعِ امت بھی ہے اسی طرح صاحبِ موصوف جن کا نام جاوید غامدی ہے ایک مرتبہ (پہلی اور آخری مرتبہ) میرے ساتھ ٹی وی کے ایک پروگرام میں جس میں انہوں نے عام مسلمان عورتوں پر پردے کی پابندی نہ ہونے کا کہا اور یہ کہا کہ پردے کی پابندی تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور بیٹیوں کے لئے تھی عام مسلمانوں کے لئے نہیں میں نے ان سے کہا کہ قرآنِ پاک میں چھ جگہ اور حدیثِ مبارکہ میں چالیس مرتبہ پردے کا حکم دیا گیا ہے مزید یہ کہ سورۃ الاحزاب (سورت نمبر ۳۳) کی آیت نمبر ۵۹ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بیٹیوں کے بعد نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ (مومنوں کی عورتیں) سے پھر کیا مراد ہے اس پر وہ لاجواب ہو گئے اور میں نے پروگرام کے میزبان انیق احمد صاحب سے گزارش کی کہ یہ غیر مستند عالم شخص نہ صرف یہ کہ منکرِ حدیث لگتا ہے بلکہ شاید منکرِ قرآن بھی ہے اس کے بعد مجھے تحقیق پر پتہ چلا کہ لاہور ماڈل ٹاؤن کے حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اپنے ماہنامہ ''محدث'' کے کئی شماروں میں قسط وار اس کی تحریروں سے اس کے انکارِ حدیث کو ثابت کیا ہے اور میری مندرجہ بالا بات سے انکارِ قرآن بھی ثابت ہو جاتا ہے نامعلوم کن طاقتوں کے اشارے پر یا کن مالی منفعتوں کی وجہ سے ہمارے اسلامی ملک کے ٹی وی چینلز ایسے غیر مستند افراد کو دین کا اسکالر بنا کر پیش کر کے اسلامی شعائر کے خلاف گفتگو کروا کر دین سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں کو پراگندا کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر محمد یونس میو *

قومی زبان اردو سے بے اعتنائی کیوں؟

پچیس فروری ۱۹۴۸ء کو اردو زبان کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا، لیکن حقیقت تو یہ بھی ہے کہ ۱۸۳۷ء میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہو گی تھی۔ اردو زبان نے مغل عہد حکومت میں پھلنا پھولنا شروع کیا، یہ زبان مختلف بولیوں اور الفاظ کے امتزاج سے معرض وجود میں آئی، مسلمان اس زبان کو اپنے ساتھ بیرون ہند سے نہیں لائے تھے بلکہ اس نے اسی سرزمین میں جنم لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی، ہندوی یا ہندوستان کی زبان کہلاتی تھی، صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ ہندو اکثریت اور دیگر اقوام کی زبان بن چکی تھی۔

پروفیسر احمد سعید نے اپنے مقالہ اردو ہندی تنازعہ میں بجا طور پر لکھا ہے کہ اردو زبان کی ترویج اور نشوونما میں ہندوؤں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ہندوؤں نے رتن ناتھ سرشار، منشی پریم چند، کرشن چندر ایسے فسانہ نگار، پنڈت دیاشنکر نسیم اور فراق گورکھپوری ایسے شاعر پیدا کیے۔ رام بابو سکسینہ نے اردو ادب کی پہلی باقاعدہ تاریخ لکھی، مشہور ادبی رسائل خدنگ نظر، ادیب اور زمانہ کی ادارت ہندو کرتے تھے۔ ۱۸۷۲ سے ۱۸۸۸ تک صرف لکھنو سے شائع ہونیوالے ۶۴اردو ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہنامہ کے مدیران میں سے ۱۹ کے مدیر ہندو تھے۔ ۱۸۵۷ کے بعد تحریک پاکستان عملاً شروع ہو چکی تھی اور اردو ایک نئے دور میں داخل ہورہی تھی، یہ زبان اب ہندوستان کی سیاسیات میں ایک طاقتور اور موثر ترجمان کے طور پر سامنے آ چکی تھی، جس کے لیے سرسید اور ان کے نامور رفقا کی کاوشوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔ سرسید نے آثار الصنادید (۱۸۴۷) سے خطبات احمدیہ (۱۸۸۷) تک سب اردو میں تحریر کیں۔ (۱۸۷۰) میں رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق اور سیرت النبیؐ جیسی کتب اردو کی نذر کیں۔ علی گڑھ کی تحریک پر دیوبند و بریلی اور لکھنو و دِلی میں ایسے ادارے قائم کیے گئے جہاں اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ ان اداروں سے قرآن کی

---

* پروفیسر گورنمنٹ کالج آف کامرس، ڈسکہ

تفاسیر، حدیث نبویؐ کی شروح اور فقہ کے علاوہ فلسفہ و کلام کی بلند پایہ کتب شائع ہوئیں۔ القاسم، دارالعلوم، ندوہ، معارف اور مخزن جیسے جرائد جاری ہوئے جن میں اقبال اور ڈاکٹر حمید اللہ جیسے نابغ کے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے۔

آج اردو سے بے اعتنائی سرسید و شبلی سے ہی نہیں، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، میر و غالب کے علاوہ اقبال و فیض کی خدمات سے انکار کے مترادف ہے، جن کا جادو برصغیر پاک و ہند میں سر چڑھ کر بول رہے ہیں۔ جامعہ ملیہ کے سامنے، دلی کی شاہراہوں پر فیض کی نظم لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے کیا مطلب ہے اس صدائے بازگشت کا، اور کیا سبق ہے یہ تاریخ کا؟ تحریک قیام پاکستان میں اردو نے نمایاں کردار ادا کیا۔ متعدد دینی و سیاسی رہنماں نے اسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا، یہ اردو ہی تھی جس نے تحریک خلافت کو ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک بنا دیا۔ معروف کانگرسی اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالکلام آزاد بھی اردو کے مایہ ناز ادیب تھے۔ اردو زبان قومی یکجہتی اور اتحاد کی علامت بن چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوں نے اپنی سیاست کا آغاز اس زبان کی مخالفت سے کیا۔ ۱۸۶۷میں بنارس میں اردو مخالف تحریک اٹھی۔ جس نے یہ مطالبہ کیا کہ اردو اور فارسی رسم الخط کی بجائے بھاشا زبان اور ناگری رسم الخط کو سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں رائج کیا جائے۔ اس کے ردعمل میں سرسید نے کہا تھا کہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ دونوں قومیں کسی بھی کام میں دل سے شریک نہ ہوسکیں گی یہی وقت تھا جب سرسید نے دوقومی نظریہ کی اصطلاح استعمال کی۔ یہی اردو ہندی تنازعہ آخر کار تشکیل پاکستان کی بنیاد بن گیا۔ قائداعظم ایسے دور اندیش سیاسی رہنما اس حقیقت سے خوب آگاہ تھے کہ جس زبان نے تحریک پاکستان کی جنگ کامیابی سے لڑی ہے، صرف وہی زبان اس ملک کو متحد اور مستحکم رکھ سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ۲۱ مارچ ۱۹۴۷ء ڈھاکہ میں اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہوگی قائداعظم کی ۱۱ستمبر والی تقریر کی تو بہت سی تشریحات آچکیں۔ اب بتائیے اردو زبان کے حوالے سے قائد کے اس بیان کی آپ کیا تشریح کرتے ہیں؟ اور کیا اعلیٰ عدلیہ پاکستان کے یہ احکامات موجود نہیں ہیں کہ اردوزبان کو پاکستان کے تمام سرکاری اداروں میں دفتری زبان کے طور پر رائج کر دیا جائے تو کیا اب بھی اردو قومی اور سرکاری زبان نہیں ہے؟ کون ہے جو اس سے انکار کرے تو پھر کیا وجہ ہے کہ علاقائی زبانوں کی ترویج کیلئے قومی سیمینار ہوتے ہیں، قومی تعلیمی نصاب میں ان زبانوں کا ایک خاص حصہ مقرر کیا جارہا ہے لیکن قومی زبان اردو کے حوالے سے ہماری غفلت کا یہ عالم ہے کہ ۲۵ فروری ایسے قومی دن کے بارے میں سرکاری سطح پر

کسی تقریب کی کوئی خبر نہیں آتی، اخبارات بھی خصوصی اشاعتوں کا اہتمام نہیں کرتے۔ تعلیمی اداروں میں اردو کے تحفظ اور فروغ کے لیے اعلیٰ سطحی مراسلہ جاری نہیں ہوتا۔ حالانکہ اردو زبان کو ۱۸۶۷ء میں جن تحدیات کا سامنا تھا اس سے بڑھ کر آج مسائل کا سامنا ہے۔ وہ کیا تھا کہ اردو کا رسم الخط تبدیل کر دیا جائے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس وقت یہ مطالبہ ہندووں نے کہا تھا اور آج اس پر عمل ہم خود کررہے ہیں۔ اردو بولنے والے، انگریزی رسم الخط میں اردو لکھ کر اردو دشمنی کا کردار ادا کررہے ہیں کیا ہم جانتے کہ کسی بھی زبان کا رسم الخط بدل دینے سے نہ صرف وہ زبان، اس کا ادب بلکہ خود اس قوم کی انفرادیت ختم ہوکر رہ جاتی ہے، یہ بات تو پنڈت نہرو نے بھی تسلیم کی تھی کہ رسم الخط کی تبدیلی اس زبان کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے، جس کا ماضی شاندار رہا ہو۔ رسم الخط کے بدلنے سے الفاظ کی شکلیں بدل جاتی ہیں، آوازیں بدل جاتی ہیں، خیالات بدل جاتے ہیں، چنانچہ ہمارے سوشل میڈیا کے شیدائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنی زبان کیخلاف کس قدر بڑی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔

آج کل قومی زبان کے مسائل میں ایک اور مسئلہ درآیا ہے کہ علاقائی زبانوں کو اس کے مقابل لایا جارہا ہے، جبکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ زبانیں کبھی قومی زبان کا متبادل نہیں ہی ہوسکتیں۔ یہ تو قومی یکجہتی کے خلاف ایک بڑی سازشیں ہوگی۔ یادرہے صوبائیت کے پھیلتے زھر کا تریاق صرف قومی زبان ہی ہے۔ جو پانچوں صوبوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اب تو دنیا میں اردو ایک عالمی زبان کے طور پر سامنے آرہی ہے۔ ایران کے علاوہ ترکی کی چار قومی جامعات میں اردو زبان وادب پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مقالات لکھوائے جارہے ہیں، یورپ میں اردو کے فروغ کی کوششیں جاری ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ وطن عزیز میں قومی زبان کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ اس کے باوجود کہ وزیراعظم پاکستان جناب عمران خان عام طور پر اردو میں خطاب کرتے ہیں۔ ایسے میں ارباب اختیار کو چاہیے کہ اردو کے بارے میں سپریم کورٹ کے احکامات پر عمل کروائیں اور تعلیمی اداروں کے علاوہ دیگر قومی اداروں میں کلی طور پر اردو کو نافذ کیا جائے۔

علامہ محمد اقبال اور لال قلعہ کے مشہور شاعر داغ دہلوی نے کہا تھا۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے

دوسری قسط مفتی ذاکر حسن نعمانی

بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر

پہلی ملاقات اور زیارت

جمعۃ المبارک کا دن تھا، ظہر کے وقت ہم تاشقند ائرپورٹ پہنچے، لاہور کے جناب عارف بٹ صاحب (حالاً مقیم تاشقند) دو بسوں کے ساتھ ہمارے وفد کے انتظار میں تھے، ائرپورٹ سے دو بسوں کے ذریعے ہمیں تاشقند کی ایک خوبصورت مسجد کی طرف لائے، عصر کی نماز سے پہلے ازبکستان کے مفتی اعظم جناب عثمان علی نوف سے ہمارے وفد کی ملاقات طے تھی، ان کے ساتھ پاکستان کے سفیر بھی تھے، مسجد کے قریب ایک خوبصورت عمارت کے خوبصورت ہال میں ہماری ملاقات ہوئی، جناب مفتی اعظم نے ازبک زبان میں وفد کا خیرمقدم کیا اور ازبکستان کے دینی اور تعلیمی احوال کے بارے میں ازبک زبان میں مختصر تقریر کی، جسکی ترجمانی اردو زبان میں ہوئی، آپکی تقریر کے بعد ہمارے وفد کے نگران جناب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے اردو زبان میں پاکستان اور وفاق المدارس کے حوالہ سے تقریر کی، جس کا عربی ترجمہ ہمارے شریکِ وفد جناب ڈاکٹر الیاس صاحب نے کیا۔ اسکے بعد وفد کے ارکان کو جناب مفتی اعظم کی طرف سے کچھ کتابیں ہدیہ کی گئیں، اسی جگہ ایک بہت بڑی جامع مسجد تھی جس میں ہم نے عصر کی نماز ادا کی، ابوبکر القفال الشاشی کی قبر بھی یہی ہے، پہلے بتا چکا ہوں کہ تاشقند کا پرانا نام ''شاش'' ہے۔

مصحف عثمان کی زیارت

اسی جامع مسجد میں قبلہ کی طرف ایک چھوٹی خوبصورت عمارت تھی، جہاں پر قرآن مجید کا چمڑے پر لکھا ہوا نادر اصلی نسخہ (مصحفِ عثمانی) ایک بند شیشے میں کھلا پڑا تھا جس کی سب کو زیارت نصیب ہوئی، اس نسخہ میں تلاوت بہت مشکل تھی، اگر کسی کو پتہ چل جاتا کہ آیت کا پہلا حصہ کیا ہے تو مزید غور کرنے کے بعد آہستہ آہستہ اس کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، فسیکفیکھم اللہ پر ہلکا سا خون کا نشان ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہادت کے وقت آپ اس نسخہ کی تلاوت میں مصروف تھے، جب آپ کو شہید کیا گیا تو آپ کے جسم سے بہنے والے خون کی وجہ سے یہ نشان لگا

ہے۔مدینہ منورہ میں مصحف عثمانی کا جونسخہ موجود ہے، وہ اس نسخہ کی نقل (فوٹو اسٹیٹ) ہے۔

مصحفِ عثمانی کا یہ اصل نسخہ امیر تیمور سمرقند لائے تھے، روسی انقلاب کے وقت یہ نسخہ لینن گراڈ کے عجائب گھر میں پہنچا دیا گیا تھا، جب وسط ایشیا کی ریاستیں آزاد ہوئیں تو ازبکستان گورنمنٹ کی کوششوں سے یہ نسخہ تاشقند لایا گیا، اس کی ہرلحاظ سے حفاظت کی جاتی ہے اور روزانہ ہزاروں لوگ اس نسخہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

پھر اسی دن مغرب سے پہلے تاشقند میں پاکستانی سفیر کی رہائش گاہ اور سفارت خانہ پورا وفد تشریف لایا، جہاں سفیر صاحب انتظار میں تھے، سفارت خانے کے ایک چھوٹے سے ہال میں ایک مختصر تقریب ہوئی جس میں جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اور مولانا قاضی عبدالرشید صاحب نے خطاب فرمایا، ان حضرات نے سفیر صاحب سے کہا کہ آپ حکومتی تعاون کے ساتھ ازبکستان کے طلبہ کو دینی تعلیم کے لیے پاکستان بھیجنے میں ان کا بھرپور تعاون فرمائیں۔تقریب کے اختتام پر سفیر صاحب کی طرف سے پورے وفد کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔وفد نے مغرب کی نماز سفارت خانے میں پڑھی مغرب کی اذان مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے دی، جس ہال میں ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، اسی میں ایک عجیب چیز دیکھنے میں آئی، ہمارا خیال تھا کہ عمارت کی دیواریں اتنی پرانی، کمزور اور بوسیدہ ہیں جن میں دراڑیں پڑ گئی ہیں، بعد میں انہوں نے بتایا کہ یہ دراڑیں نہیں بلکہ ڈیزائننگ اور فنکاری ہے، پہلی دفعہ اس قسم کی فنکاری دیکھنے میں آئی۔

بخارا کی طرف ریل کا سفر

بخارا اور سمرقند کے مابین ۱۷۸ کلومیٹر کا فاصلہ ہے، بخارا خراسان کا قدیم شہر ہے، یہ شہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بیٹے سعید بن عفان نے فتح کیا تھا، بخارا ماوراء النہر میں شامل ہے۔عربوں نے دریائے جیحوں (oxus) یا دریائے آمو کے پار کے علاقہ کو ماوراء النہر کا نام دیا ہے، بخارا سمرقند خیوا (خوارزم) اور تاشقند (قدیم نام شاش) ماوراء النہر کے مشہور علاقے ہیں، یونانی ماوراء النہر کو (TRAXisoxiama) کہتے ہیں۔بلخ بھی خراسان کا شہر تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا آج کل بلخ افغانستان میں مزار کا حصہ ہے، ہند کے علاقہ کی ابتدا بلخ سے ہوتی تھی۔

سرزمین فقہاء ومحدثین

اردن، شام، لبنان، فلسطین وغیرہ اگر انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے تو ازبکستان

(سمرقند، بخارا، ترمذ) فقہائے کرام اور محدثین کی سرزمین ہے، اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے محدثین مثلا امام بخاری ، امام ترمذی ، امام نسائی ، اور امام بیہقی وغیرہ پیدا فرمائے اسی طرح بڑے بڑے مفسرین مثلا امام طبری ،علامہ زمخشری اور امام نسفی وغیرہ ،علم المعانی اور بلاغت کے امام شیخ عبد القاہر جرجانیؒ ،علامہ سعدالدین تفتازانیؒ ،یوسف السکا کیؒ وغیرہ ،فلسفہ کے امام فارابی ،ابن سینا وغیرہ ریاضی اور فلکیات میں خالد بن عبدالملک (مدیر مرصدالماعون) جغرافیہ میں ابوزید بلخی ،موسی بن شاکر کے بیٹے محمد، احمد اور حسن ،الجبرہ ، ہندسہ اور حساب کے ماہرین تھے ۔علم اللغۃ کے ماہر صاحب الصحاح الجوہری بھی اس علاقہ کے ہیں،اسی طرح ابوریحان البیرونی ،ابومنصور ماتریدی ،ابوبکر الخوارزمی اور صاحب مبسوط شمس الدین السرخسیؒ یہاں کے مشاہیر علماء اور فقہاء ہیں۔

اگر چہ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ اور علامہ بیہقیؒ جن کا امام شافعیؒ پر اس کے مذہب کے حوالہ سے بڑا احسان ہیں ،ان سب کا تعلق اسی ملک کے ساتھ ہے،لیکن مذہب اور مسلک کے لحاظ سے یہ سب لوگ حنفی ہیں ،اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی چوٹی کے قدیم فقہاء اور اصول فقہ کے ماہرین یہاں پیدا ہوئے ہیں،ابومنصور ماتریدی جس کا الگ ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔شیخ ابومنصور ماتریدی محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے اصول فقہ میں نہایت عمدہ دو کتابیں تصنیف کی ہیں،ایک کتاب الجدل،اور ماخذ الشرع یہ دونوں کتابیں انتہائی متقن اور بے مثل ہیں۔

بہرحال تاشقند سے بذریعہ برقی ریل گاڑی ہم بخارا کی طرف روانہ ہوئے ، یہاں کے تمام ریلوے اسٹیشن انتہائی خوبصورت ہیں ، ہمارے والد مرحوم چونکہ پاک ریلوے میں ملازم تھے،اس لیے ہم نے ریل گاڑی میں بہت زیادہ سفر کیے ہیں،ہم جب ریلوے سٹیشن پہنچے تو ایسی چیکینگ تھی جس طرح دنیا کے ہر ایئر پورٹ پر مسافر کی چیکنگ ہوتی ہے۔ برقی تیز رفتار ٹرین میں سوار ہوئے ، ریل کی پٹڑی جہاں تک بچھی ہوئی ہے اس کے دونوں طرف یا تو دیوار ہے یا پھر لوہے کی جالی دار باڑ ہے،ریلوے پھاٹک بھی بہت محفوظ ہیں ،جس کی وجہ سے ریل کو کسی قسم کا حادثہ پیش نہیں آتا۔ ہمارے ہاں تو ریل گاڑی کی پٹڑی پورے ملک میں غیر محفوظ ہے، ریل گاڑی کی زد میں کبھی آدمی آتا ہے کبھی حیوان تو کبھی گاڑی وغیرہ ایک دفعہ میں بذریعہ ریل کراچی جارہا تھا تو سامنے سے اینٹوں سے بھری ہوئی ٹرالی ریلوے پھاٹک کراس کررہی تھی کہ ہماری گاڑی اس ٹرالی پر چڑھ دوڑی،اینٹیں ہوا میں ایسی اڑیں کہ ایک سرخ طوفان بن گیا جس کا میں نے خود مشاہدہ کیا۔

بہرحال یہاں اس قسم کے حادثات پیش نہیں آتے ،تقریباً چھ گھنٹے میں ہم بخارا ریلوے

اسٹیشن پر پہنچے، وہاں سے ایک ہوٹل گئے، ہوٹل میں عشاء کی نماز کے بعد وفد کے تمام افراد جمع ہوئے اور ایک مجلسِ ذکر منعقد ہوئی۔ حضرت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے ایک اجتماعی ترغیبی ذکر کرایا، خاص کر درود شریف پڑھا اور سنایا گیا۔

بخارا میں زیارات

سب مزارات پر حاضری تو نہ ہوسکی، البتہ بعض کی زیارت ہوئی، ایک مکان میں چند قبریں تھیں ہمیں بتایا گیا کہ یہ ابوحفص الکبیر بخاری کی قبر ہے۔ احمد بن حفص الکبیر البخاری نے امام محمد بن حسن سے فقہ حاصل کی ہے، ان کے چھوٹے بیٹے کی کنیت ابوحفص الصغیر ہے اس لیے ان کو ابوحفص کبیر کہتے ہیں، امام بخاری ان کے زمانہ میں آئے اور فتوی دینے لگے تو ابوحفص نے منع کیا کہا کہ تم فتوٰی دینے کے اہل نہیں، اور امام بخاری سے پوچھا کہ دو بچے بکری یا گائے کا دودھ اگر ایک ساتھ پئیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام بخاریؒ نے فرمایا ایک دوسرے پر حرام ہوں گے، جس کی وجہ سے لوگ جمع ہوئے اور امام بخاری کو شہر بدر کردیا، بعض حضرات نے امام بخاریؒ کی دقتِ نظری، وسعتِ فہم اور گہرے غور وفکر کی وجہ سے اس واقعہ کا رد کیا ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ فرماتے ہیں وعلی تقدیر صحتها فالبشر يخطی یعنی اگر واقعہ صحیح ہے تو امام بخاریؒ بشر ہے خطا ممکن ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاری کی قبر بخارا میں نہیں ہے بلکہ بخارا سے ۲۷۸ کلومیٹر دور سمرقند میں ہے، یہاں آپ اپنی خالہ کے گھر تشریف لائے تھے، اور پھر یہیں انتقال بھی فرمایا، اس کی تفصیل امام بخاری کی زیارت کے تذکرہ میں آئیگی۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے مزار پر حاضری

آپ موضع سماسی میں پیدا ہوئے جو علاقہ رامتین میں واقع ہے جو بخارا سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے آپ حضرت خواجہ علی رامتینی قدس اللہ سرہ کے اکمل اور افضل اصحاب اور خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ علی رامتینی قدس اللہ سرہ کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو انہوں نے اپنے اصحاب کو منتخب فرمایا اور اپنی خلافت اور نیابت کا معاملہ ان کے سپرد فرما کر اپنے تمام اصحاب اور مریدوں کو آپ کی متابعت اور ملازمت کا حکم فرمایا۔ آپ نے بروز بدھ مورخہ ۱۰ر جمادی الثانی ۷۵۵ھ کو سماسی میں انتقال فرمایا، آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے، حضرت خواجہ صوفی سوخاری اور حضرت خواجہ سید امیر کلال آپ کے خلفاء ہیں۔

حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ کے مزار پر حاضری

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہ کے والد بزرگوار کا نام حضرت امیر حمزہؒ ہے، آپ صحیح النسب سید ہیں موضع سوخار بخارا میں رہتے تھے،آپ کا پیشہ کوزہ گری تھا،ایک دفعہ آپ کشتی میں مشغول تھے، حضرت خواجہ محمد سماسی ایک دیوار کے سایہ میں حضرت امیر کلال کے احوال میں مستغرق تھے، اچانک حضرت امیر کلال کی نظر حضرت خواجہ سماسی پر پڑی اور حضرت خواجہ بابا سماسی کے شکار ہوگئے ۔اس کے بعد زندگی بھر کسی نے حضرت امیر کلالؒ کو اکھاڑے یا بازار میں نہیں دیکھا۔ آپؒ نے صبح صادق کے وقت بروز جمعرات ۷۷۲ھ میں موضع سوخار ؔبخارا) میں انتقال فرمایا۔حضرت خواجہ امیر کلال کے خلفاء میں سب سے اکمل اور افضل حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی ہیں دونوں حضرات کی قبریں قریب قریب ہیں۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندیؒ کے مزار پر حاضری

آپ کا نام محمد بن محمد بخاری ہے، آپ کا لقب نقشبند ہے آپ بخارا کے قریب قصر عارفاں میں پیدا ہوئے ،حضرت خواجہ بابا سماسی نے آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔حضرت خواجہ بابا سماسی نے آپ کو بچپن میں نظر فرزندی میں قبول فرمایا۔حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے بظاہر تو طریقت کی تعلیم حضرت خواجہ سید امیر کلال سے حاصل کی ،لیکن حقیقت میں آپ اویسی تھے۔

اویسی ہونے کا مطلب

اویسی حضرت اویس بن عامر قرنیؒ کی طرف نسبت ہے،حضرت اویس قرنی کبار تابعین میں سے ہیں۔آپ یمن کے رہنے والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے، لیکن اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے مگر اتنے اونچے پائے کے بزرگ تھے کہ آپؐ کی ذاتِ مبارکہ سے غائبانہ کسبِ فیض کیا۔

الحاصل حضرت اویس قرنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف تو حاصل نہ کر سکے مگر روحانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے، اسی لیے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر کسبِ فیض کرتے ہیں ان کو اویسی کہا جاتا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی اویسی تھے۔آپ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں: وإن سألتنی عن الخبر الصادق فأنا تلمیذالقرآن العظیم بلا واسطة کماأنی اویسی فی الاستفادة من روح النبی صلی الله علیه وسلم"یعنی اگر آپ مجھ

سے سچی بات پوچھیں تو میں قرآن عظیم کا بلاواسطہ شاگرد ہوں، جیسا کہ میں اویسی ہوں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے استفادہ کرنے میں۔حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ نے حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی سے بھی روحانی تربیت حاصل کی ہے،آپ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔آپ نے ۷۹۱ھ میں انتقال فرمایا،آپ کا مزارقصرعارفاں (بخارا) میں ہے۔آپ کے مزار کے امام مولانا عبدالغفور کی داڑھی نہیں تھی،حضرت پیرعزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے آپ کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور داڑھی رکھنے کی تاکید کی۔(نوٹ)ملتان میں بہاءالدین زکریا ملتانی کا مزار ہے،یہ الگ بزرگ ہیں۔

شرک اور بدعت سے پاک زیارتیں

بزرگان دین کے مزارات پر مرد بھی حاضری دیتے ہیں اورعورتیں بھی آتی ہیں لیکن زیارات کو اس طرح محفوظ بنایا ہے کہ ان کے قبروں کے بالکل قریب جانا مشکل ہوتا ہے اور اسی طرح وہاں زیارت کی مسجد کا امام یا دوسرے ذمہ دارحضرات موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے دورانِ زیارت کوئی خلافِ شرع بات نظرنہیں آتی،سوائے اس کے کہ عورتیں شرعی پردہ نہیں کرتیں جس کی بڑی وجہ روسی دور کے برے اثرات ہیں، اور کچھ ویسے ہی بعض مردوں اورعورتوں کی عقلوں پر پردہ کے بارے دبیز پردے پڑ گئے ہیں۔حرمین کی زیارت کرنے والی عورتوں کو دیکھ لیں پردہ بالکل عنقاء ہو چکا ہے، بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شٹل کاک برقع میں بند اکیلی چلنے والی عورت کے بارے میں لوگ بدگمانیاں شروع کر دیتے ہیں،اگرچہ اس لیے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ برقع میں بندعورت کے ساتھ ضرور خاوند یا محرم ہونا چاہیے اگرچہ مسافت کم ہو۔

حضرت امام بخاری کی درسگاہ

بخارا میں امام بخاری کی جو درسگاہ تھی، وہاں ایک بارعب اورعظیم الشان مدرسہ نما عمارت ہے جس کو دیکھ کر انسان پرعلم اور دین کی عظمت کے ساتھ ایک خاص قسم کارعب طاری ہوتا ہے،ساتھ ہی متصل مدرسہ میرعرب ہے۔دونوں کے بیچ میں پکی اینٹوں کا وسیع صحن ہے۔اس درسگاہ اور مدرسہ کے صحن کولوگ تفریح کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔عصر کے وقت ہم پہنچے اس صحن میں ایک دولہا اور عروسی عریانی والے لباس میں ملبوس دلہن ایک ہجوم کے ساتھ آئیں اورمختلف اسٹائل اور پوز کے ساتھ موبائیکل کیمروں سے ویڈیو تصاویر بنا رہے تھے،دلہن کا لباس اتنا باریک تھا کہ دور سے اندر کا جسم نظر آتا تھا،بے حیائی اور بیبا کی کی حد ہوگئی ہے یہ تھا امام بخاری کا دیس۔

بہر حال امام بخاری کی درسگاہ میں آپ کے درس کی جو جگہ تھی، جہاں آپ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو بخاری شریف پڑھاتے تھے، وہاں سارا وفد جمع ہوااور حضرت پیر عزیز الرحمٰن صاحب نے گڑگڑاتے ہوئے اور رورو کر دعائیں کیں۔سب کی دعا اور تمنا تھی کہ اس مقام اور مقدس جگہ سے ماضی کی طرح علمی اور روحانی چشمے ایک بار پھر جاری ہو جائیں۔ماضی کی دینی اور روحانی عظمت کا جب بخارا کے لوگوں کی موجودہ حالات کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو سوائے رونے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

امام بخاری کی درسگاہ کے ساتھ متصل مدرسہ میر عرب کے اندر معمولی سطح پر دینی مدرسہ چل رہاہے، مدرسہ کی چوکور عمارت بڑی عالیشان تھی، مدرسہ میں موجود کچھ طلبہ کھیلتے ہوئے نظر آئے۔مدرسہ کے اندر کمروں کی شکل میں چھوٹی چھوٹی درسگاہیں تھیں جن کے دروازوں کے اندر داخل ہوتے وقت جھکنا پڑتا تھا۔ہر فن کی الگ الگ درسگاہ تھی، باہر لکھا ہوتا تھا جس سے پتہ چلتا کہ یہاں عقائد پڑھائے جاتے ہیں اور یہاں تجوید وغیرہ یہ فی الحال ایک برائے نام مدرسہ تھا۔ان دونوں مقامات کے قریب بازار تھا جس میں بخارا کی اپنی مصنوعات بکتی ہیں،دکانوں میں زیادہ تر عورتیں چیزیں فروخت کرتی ہیں۔عمارات تقریباً قدیم تھیں ایک جگہ بخارا کے ایک مرد اور عورت کو سڑک کی صفائی کرتے ہوئے دیکھا۔غالباً دونوں ملازم تھے،عورتیں نوکری اور ملازمت میں یا دکانداری میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتیں۔مسلم قوم کی ہر جگہ بدقسمتی ہے کہ عورتیں کام کاج اور ملازمت کے لیے شتر بے مہار کی طرح باہر نکل آئی ہیں۔جس کی وجہ سے مردوں کی بیروزگاری کے علاوہ خاندانی نظام کہیں تو تباہ ہوگیا ہے اور کہیں تباہی کی طرف جارہا ہے۔روس کے سابق صدر گور باچوف کا کہنا ہے کہ فیملی سسٹم (خاندانی نظام) کو بحال کرنے کے لیے عورتوں کو دوبارہ گھروں کی طرف لانا ہوگا۔اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں اور سیکولر لوگوں کی سوچ یہ ہے کہ گھروں میں بقیہ عورتیں اب اپنے گھروں سے باہر نکل کر کیسے مردوں کے شانہ بشانہ معاشی زندگی کی دوڑ میں شامل ہوں گی۔

مولانا محمد اسحاق ملتانی
ادارہ بینات کراچی

مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنیؒ کا مرتب کردہ وصیت فارم پر اَکابر کی آراء

آج سے تقریباً ۴۰ برس قبل والد گرامی حضرت مولانا الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے اکابر علماء کی مشاورت و معاونت سے وصیت کے متعلق ضروری معلومات/وراثت اور دیگر متعلقہ اُمور پر ایک آسان وصیت فارم محنت شاقہ سے مرتب فرمایا، جسے بڑے بڑے اہل علم نے بہت سراہا اور اس تجدیدی کام پر خوب دعاؤں سے نوازا۔ اس وصیت نامہ کی مدد سے ہر شخص اپنے دینی و دنیوی معاملات کی دستاویز تیار کرسکتا ہے جو خود اس کے لئے اور ورثاء کے لئے نہایت کارآمد ہے، اللہ پاک والد گرامی رحمہ اللہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ان پر آسانی و راحت کا نزول فرمائے آمین۔ ذیل میں اس وصیت نامے پر اہل علم کی تصدیقات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب عارفیؒ (خلیفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)

اس وصیت کی اہمیت میرے ذہن میں یہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ شرعی احکامات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسی ایسی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے ہیں جو قابل مواخذہ ہیں، احادیث سے ہر شخص کو جس کے پاس کوئی مالیت ہو خواہ منقولہ، خواہ غیر منقولہ ان کو اپنے اور وارثین کے لیے ضرور کوئی تحریری وصیت نامہ مع مفصل ہدایات کے ضرور کرنا چاہیے ورنہ عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ وارثوں میں تقسیم ترکہ کے متعلق بہت ہی ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں، چونکہ عام طور پر لوگوں کو وصیت کرنے کی اہمیت اور شرعی احکام معلوم نہیں ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ جن صاحب علم لوگوں کو توفیق ہو وہ زیادہ سے زیادہ اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہیں اور عام اشاعت کا اہتمام فرماویں۔ ان شاء اللہ اس کا اَجر ان کو عنداللہ ضرور ملے گا۔

خیر اندیش

احقر محمد عبدالحیٔ عفی عنہ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ، ۱۴ فروری ۱۹۸۹ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ (سابق جسٹس شریعت اپیل بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان)

قرآن و حدیث کی رو سے ہر اُس شخص کو وصیت لکھ کر رکھنا ضروری ہے جس کے ذمہ کچھ حقوق واجب ہوں، خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہوں یا حقوق العباد میں سے، اس کے علاوہ اپنے ورثاء کو دین کے مطابق چلنے اور عمل کرنے کے لیے نصیحتیں کرنا بھی بہتر ہے۔ لیکن عام طور سے اس بارے میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے حضرات کو وصیت لکھنے کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا۔ اس غرض کے لیے متعدد حضرات نے نمونے کے وصیت نامے شائع کرائے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر اس شرعی حکم پر عمل کرسکیں۔ جناب الحاج عبدالقیوم صاحب کا یہ وصیت نامہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا، اس میں کوئی بات خلافِ شرع نظر نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کے لیے نافع بنائے آمین۔

محمد تقی عثمانی

(نائب مہتمم دارالعلوم کراچی ۱۴)

وصیت کرنیوالے کیلئے ہدایات

انسان کو اپنی زندگی کیلئے ایک پل کا بھروسہ نہیں، جب بلاوا آتا ہے سب کچھ دل میں رہ جاتا ہے، اس لئے سب کاموں کیلئے وصیت لکھ کر رکھیں تاکہ ورثاء شریعت کی روشنی میں وصیت کے مطابق عمل کر کے حق تلفی، مقدمہ بازی اور باہمی کشیدگی سے باز رہیں جائیداد اور اہم چیزوں اور لین دین کا ریکارڈ اور دیگر مندرجات صحت و عافیت کے زمانے میں ہی مکمل رکھیں اور وقت کے تقاضوں کے مطابق وصیت میں ترمیم کی جاسکتی ہے، کسی اور رشتہ دار کو اپنی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد میں مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں ۱/۳ مال سے زائد کی کسی کیلئے وصیت کرنا یا وارث کو دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں (ہدایہ)

اگر وارث غریب اور ضرورتمند ہوں تو بہتر ہے کہ سارا مال ان کیلئے چھوڑ جائیں، ۱/۳ میں سے کسی کو وصیت دینے کی وصیت نہ کریں اور اگر وارث متمول ہوں تو بھی بہتر ہے کہ پورے ۱/۳ کی وصیت نہ کریں بلکہ ۱/۳ سے کم میں غیر وارث رشتہ داروں، خدمت گزاروں کے لئے یا کسی مسجد اور دینی مدرسہ کے لئے یا علماء صلحاء کے لئے وصیت کرسکتے ہیں۔ (ہدایہ)

عبادات کیلئے فدیہ کی وصیت کر کے جائیں۔ اگر وصیت نہ کریں گے تو وارثوں کے ذمہ فدیہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ وصیت کر دی تو ان پر ۱/۳ تک لازم ہوگا۔ اگر ادا نہ کریں گے تو وہ گنہگار

ہوں گے آپ پر گناہ نہ ہوگا۔

فارم وصیت پر کرنے سے پہلے کسی معتمد علیہ عالم سے مشورہ کر لیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منکہ....... ولد...... قوم..... عمر...... مسلک......

پیشہ..... سکونت...... شناختی کارڈ نمبر........................

بقائمی حواس بغیر جبر و ترغیب کسی کے وصیت لکھتا ہوں کہ اللہ پاک کی ذات وصفات اور افعال میں خاصان خدا شریک نہیں، حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، ان کے صحابہ......ازواج و آل صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرتا ہوں...... رسومات......شرک و بدعات سے نفرت کرتا ہوں اور مرزائیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں...... اور اپنے ورثاء کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق واجب ہیں حسب حکم شریعت اُن کی ادائیگی کریں جنکی تفصیل آگے درج ہے۔

دستخط وصیت کنندہ.....................

ضروری ہدایات

اپنے ایام مرض میں نماز روزوں کا حساب رکھیں اور انتقال کے بعد قرض شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی تاکید کردیں، اسی طرح آخری لمحات میں ہسپتال یا معالجین کے رحم و کرم پر نہ چھوڑنے کی تاکید کی جائے کہ آخری لمحات میں ہسپتال کے ایمان کش ماحول میں جان دینا کون مسلمان پسند کرے گا۔ اسلئے گھر میں رہتے ہوئے علاج وغیرہ کا بندوبست کیا جائے اور شدید مجبوری کے بغیر ہرگز ہسپتال ایڈمٹ نہ کیا جائے اور اگر ضروری ہوتو معالج کے منع کرنے کے باوجود قریب رہیں اور بچنے کی اُمید نہ ہوتو فوراً گھر لے آئیں اوران کے قریب بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف پڑھیں۔

اولاد کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کریں۔ خاص طور پر بہنوں، پھوپھیوں اور دیگر قریبی عزیزوں کے متعلق وصیت کردیں کہ اگر خدانخواستہ ان پر کوئی پریشانی یا مشکل گھڑی ہو جائے تو ان سے حسن سلوک کریں کہ یہ گویا خود میرے ساتھ اچھائی کرنے کے مترادف ہو

گا، اسی طرح والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی خاص تاکید کر دیں کہ ان کا دل کبھی نہ دُکھائیں اور اگر ضرورت ہو تو کسی جگہ مناسب رشتہ دیکھ کر ان کے نکاح کر دینے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔

علاوہ ازیں ہر وقت اپنی دُعائے خیر میں والد کو یاد رکھنا بھی سعادت مند اولاد کے لیے ضروری ہے، اس لیے اولاد کو یہ بھی بتا دیں کہ میرے مرنے کے بعد اور کسی بھی فوت شدہ شخصیت کا نام لیتے وقت ''رحمہ اللہ'' کہنے کا ضرور التزام رکھیں کہ یہ آپ کی طرف سے بہترین دُعا ہے اور فوت شدہ کے لیے ایک اہم گراں قدر تحفہ ہے۔

وصیت فارم	سیر	من
قضا نمازیں مع وتر تعداد.........فدیہ گندم		
قضا روزے فرض تعداد........فدیہ گندم		
سجدہ تلاوت تعداد.......فدیہ گندم		
صدقہ فطر تعداد.......فدیہ گندم		
میزان گندم		

فی فدیہ ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک احتیاطاً دو سیر گندم

فدیہ کی گندم، صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ کی وہ قیمت معتبر ہو گی جو بوقت اداء کے ہو۔ یہی حال حج کے خرچہ کا ہے۔

تفصیل

	پیسہ	روپیہ
قیمت گندم فی من کل قیمت گندم		
زکوٰۃ واجب الادا کل قیمت رقم		
قضاء قربانی جتنے سال نہ کی موجودہ قیمت قربانی ہر سال کل میزان		
حج فرض اگر ذمہ ہے تو حج بدل کرانے کا موجودہ خرچہ اندازاً		
دیگر اگر کچھ ذمہ ہو		
فدیہ عبادات کی رقم کل میزان		

مسئلہ: اگر نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور حج کا خرچ ۳/۱ مال سے زائد ہو جائے تو زائد کا ادا کرنا وارثوں پر واجب نہیں، سب کی اجازت ہو تو درست ہے مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں (بہشتی زیور)

اگر غریب ہو تو جہاں سے حج بدل کرانے کا خرچہ پورا ہو، وہاں سے کرالے۔

نوٹ: اگر وصیت کنندہ صحت مند ہے تو ہمت کر کے نمازیں روزے خود پورے کرے ورنہ وصیت واجب ہے۔

قرضہ واجب الادا مع امانت			قرضہ واجب الوصول مع امانت		
تفصیل مع نام و پتہ قرض خواہ	پیسہ	روپیہ	تفصیل مع نام و پتہ مقروض	پیسہ	روپیہ

میزان میزان

تفصیل جائیداد

تفصیل جائیداد	نمبر خسرہ	مقام مالیت	روپیہ
		میزان مالیت	

تفصیل ترکہ سامان وغیرہ میت	مالیت روپیہ	میزان ہائے تخمینہ بذمہ میت	روپیہ
		فدیہ عبادات وغیرہ میزان	
		قرضہ واجب الادا یا امانتیں میزان	
		کل میزان	
		میزان مالیت ترکہ جائیداد	
		قیمت سامان وغیرہ میزان	
		قرضہ یا امانتیں قابل وصول میزان	
		میزان کل مالیت ترکہ میت	

		اندازاً بقایا قرض میزان	
		یا	
		بقایا مالیت میت بعد وضع قرضہ وغیرہ- میزان	
میزان			

آخری التجاء

اگر قرضہ ترکہ سے زائد ہو گیا تو بالغ اولاد ادائیگی کر سکے تو بہتر ورنہ قرض خواہوں سے معاف کرایا جائے۔

۳/۱ حصہ ترکہ کیلئے اگر وصیت کرنا چاہے مع مالیت

غریب رشتہ دار غیر وارث	پیسہ	روپیہ
مساجد		
مدرسہ یا ادارہ		
خدمت گار		
فقراء و مساکین		

نمبر شمار	نام وارثان	خصوصی ہدایات و تاثرات

نوٹ: ادائیگی قرضہ اور اجراء وصیت کے بعد باقی ترکہ کسی عالم سے تقسیم کرا کر اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیں اور قانونی اندراجات بھی مکمل کر لیں۔

<table>
<tr><td colspan="2">نابالغ اولاد تعلیم و شادی کیلئے خصوصا ہر ایک کا حصہ ممتاز کر کے بچہ اگر سمجھدار ہو تو اسی کا قبضہ معتبر ہے ورنہ ولی کا قبضہ کرا دیں اور اس کی تفصیل ذیل میں لکھ دیں۔</td><td>ضروری کاغذات کیا اور کہاں ہیں</td></tr>
<tr><td colspan="2"></td><td>وصیت پر عمل کرانے والے کا نام</td></tr>
<tr><td colspan="2">قابل اعتماد خاص دوست مع پتہ</td><td>نامکمل کام</td></tr>
<tr><td>بیوی/شوہر خصوصی وصیتیں</td><td>آئندہ رشتہ لین دین کیلئے رائے</td><td>نصیحت وصیت کی کچھ باتیں</td></tr>
</table>

نوٹ: تمام وصیت بعد الموت قابل عملدرآمد ہے اگر اس میں شریعت کے خلاف کچھ لکھا گیا ہو تو فتوے پر عمل کریں۔

وصیت کنندہ کے دستخط مع انگوٹھا

العبـــــــــــــــــــــد

العبـــــــــــد العبـــــــــــد

العبـــــــــــد العبـــــــــــد

گواہ شد گواہ شد گواہ شد

اگر کچھ رجسٹری کرانا چاہیں تو اس خالی جگہ میں تفصیل لکھ کر رجسٹری کرالیں

مہر رجسٹرار صاحب

معروف عالم دین قاضی فضل اللہ کے حالات زندگی

مولانا قاضی فضل اللہ صاحب ایک ممتاز مذہبی اسکالر اور محقق ہیں، آپ لاہور،ضلع صوابی سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کی علمی، دینی اور سیاسی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے لیکن یہ پاکستانی قوم کی بدقسمتی ہے کہ قابل اور ذہین لوگ جس فیلڈ میں بھی ہوں ان کو یہاں عزت نہیں دی جاتی ہے اور نہ ہی ان حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے اکثر اوقات ایسے قابل اور ذہین لوگ ملک کو خیر باد کہہ کر بیرون دنیا میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔قاضی فضل اللہ صاحب بھی اس ملک کے ممتاز مذہبی اسکالر ہیں،اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا ذہن دیا ہے،آج امریکہ کے اسلامک سنٹر میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ مستشرقین اور دیگر اسلام مخالف قوتوں کے شبہات کا علمی جواب دینے کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، آپ نے انگلش، اردو، پشتو اور عربی میں تفاسیر لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہے جن میں بعض مطبوع ہیں اور بعض زیر طباعت ہیں،تفسیر میں آپ کی مہارت کا اعتراف تمام مکاتب فکر کے اہل علم نے کیا ہے۔اس طرح آپ نے علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ، سیرت، سیکولرازم اور سوشلزم سمیت کئی اہم موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔آپ بینظیر کے دورِحکومت میں قومی اسمبلی کے ممبر رہے، بجٹ پرآپ نے جوتجاویز دی ہیں اس سے پہلے کسی نے ایسی تجاویز نہیں دی ہیں۔اس وجہ سے بینظیر بھٹوکہتی تھی کہ پارلیمنٹ میں دو ماہر سیاسیات ہیں ایک میں اور دوسرا قاضی فضل اللہ۔ان تمام خصائص کے باجود آپ کی تواضع اور عاجزی کی یہ حالت ہے کہ آپ اپنی حالات کسی ایک کتاب میں نہیں لکھتے ہیں۔مختلف محققین اوراسکالرز نے بندہ سے آپکی حالات زندگی کے حوالے سے رابطہ کیا توجب فروری ۲۰۲۰ میں قاضی صاحب پاکستان آئے، بندہ نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور اس سے انکی حالات زندگی کے حوالے سے انٹرویولیا جونذرِقارئین ہے۔ (مولانا سعید الحق جدون)

جدون: جائے ولادت، تاریخ پیدائش، خاندانی پسِ منظر اور ابتدائی تعلیم پر روشنی ڈالیں؟

قاضی صاحب: سکول ریکارڈ کے مطابق میری تاریخ پیدائش پانچ اکتوبر ۱۹۵۲ ہے۔میرے والد کا نام حاجی مصباح اللہ اور دادا کا نام مولوی حمیدللہ ہے، میرا خاندان بنیادی طور پر زمیندار اور کاشتکار ہے، میرے والد صاحب زمیندار تھے، البتہ میرے دادامرحوم ایک عالم دین تھے جو خاندانی پیشے کو برقرار رکھتے ہوئے زیادہ تر مال مویشی پالتے تھے تاہم پھر بھی بعض طلباء کوان مشاغل کے ساتھ ساتھ کتابیں

پڑھاتے تھے۔ میں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری اور ہائی سکول سے حاصل کی۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے دادامرحوم سے بھی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ہائی سکول میں پڑھنے کے دوران بندہ ہر فن کی ابتدائی بلکہ وسطانی کتب بھی پڑھ چکا تھا یعنی مروج نصاب میں آدھے سے زیادہ کتابیں پڑھ چکا تھا۔

جدون: درسِ نظامی کی دیگر کتابیں کہاں اور کن اساتذہ سے پڑھیں؟

قاضی صاحب: جب ہم پڑھتے تھے اس اُس وقت میں مروج درجات نہیں تھے، چنانچہ سکول کے بعد میں حضرت مولانا سید اصغر (عرف مانیریؒ مولوی صاحب) سے پڑھتا رہا، موقوف علیہ تک کتابیں آپ سے پڑھیں، پھر دارالعلوم عربیہ مظہرالاسلام تورڈھیر میں حضرت مولانا شیخ شمس الہادی صاحب شاہ منصور والے، مولانا فتح محمد صاحب (عرف کابل مولوی صاحب) اورمولانا حمد اللہ صاحب بام خیل والے سے کتابیں پڑھتا رہا۔ ان علماء سے فنون کی کتابیں مثلاًادب، معانی، منطق، فلسفہ، صرف اورنحو کی مختلف عالی کتب سمیت موقوف علیہ ایک بار پھر پڑھا۔ رمضان المبارک میں مولانا فتح محمد صاحب کے پاس ان کے گاؤں جہانگیرہ میں منطق وفلسفہ کے عالی کتب پڑھنے کے لئے جاتا تھا ان سے مطول دوبارہ پڑھی، اس طرح مولانا شمس الہادی صاحب سے مسلم الثبوت پڑھی اور یاد کی۔

جدون: فنون کے اساتذہ میں آپ کن اساتذہ سے زیادہ متاثر ہیں؟ اورفنون میں آپ کے اساتذہ کا منہج کیا تھا؟

قاضی صاحب: جہاں تک تاثر کی بات ہے تو میں ہراستاد سے متاثر ہوں نیز ان کا منہج وہی تھا جو اسلاف سے چلا آرہا ہے۔

جدون: دارالعلوم حقانیہ میں کس سن میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث میں کن کن اساتذہ سے استفادہ کیا؟

قاضی صاحب: ۷۵۔۱۹۷۴ء میں دارالعلوم حقانیہ میں رہا، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تو مادرعلماء ہے، یہاں پر دورہ حدیث میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ، مولانا عبدالحلیم صاحب زروبویؒ، مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ، مولانا محمد علی سواتیؒ، مولانا سید شیر علی شاہ صاحبؒ اورمولانا سمیع الحق صاحبؒ سے استفادہ کیا۔

جدون: مولانا سمیع الحق شہید کے اہتمام کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

قاضی صاحب: مولانا سمیع الحق صاحب تو ہمارے دور سے بہت بعد اہتمام سنبھال چکے تھے۔البتہ ان کے دور میں دارالعلوم تعمیرات اور تعداد طلباء کے حوالے سے بہت ہی آگے گیا۔

جدون ؛فراغت کے بعد آج تک دارالعلوم حقانیہ سے آپ کا تعلق کیسے رہا؟

قاضی صاحب: جہاں تک فراغت کے بعد تعلق کا سوال ہے تو دارالعلوم ہماری مادر علمی ہے جس سے تعلق میں تو کوئی فرق نہیں آ سکتا، ہر سال جب امریکہ سے آتا ہوں تو یہاں حاضری نصیب ہوتی ہے اور جامعہ میں درس اور تقریر کی سعادت ملتی ہے، جامعہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ مجھ سے بہت ہی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

جدون: آپ نے عصری علوم کن جامعات سے حاصل کیا؟ اور اس حوالے سے آپکے تاثرات کیا ہیں؟

قاضی صاحب: عصری علوم میں نے پشاور یونیورسٹی اور انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کیا۔اسلامک یونیورسٹی میں ،میں نے ۸۴۔۱۹۸۳ء میں داخلہ لیا تھا، اسلامک یونیورسٹی کا سارا نظام اُس دور میں جامعہ ازہر اور جامعۃ القاہرہ کے اساتذہ اور منتظمین کے ہاتھ میں تھا۔اسلامک یونیورسٹی میں طریقہ تدریس وہاں کے طرز کا اور نظام بہت منضبط اور سخت تھا اُس وقت اسلامک یونیورسٹی کی تعلیمی معیار بہت بلند تھا، جب کہ اب مبینہ طور پر دیگر یونیورسٹیوں کی طرح ہوگیا ہے میں نے عصری جامعات میں اسلامیات ،عربی ،اقتصاد اور قانون پڑھا۔

جدون: تفسیر میں کن مشائخ سے استفادہ کیا ؟ اور کہاں کہاں پر تفسیر یا دورہ تفسیر میں استفادہ کیا ؟

قاضی صاحب: رمضان میں شیخ القرآن مولانا عبدالہادی صاحبؒ شاہ منصور سے ایک سے زیادہ بار دورہ تفسیر کیا اور آپ سے قرآنی علوم میں مستفید ہوا۔تفسیر باقاعدہ شیخ القرآن مولانا عبدالہادی صاحبؒ سے ایک سے زیادہ بار پڑھا اوران سے زیادہ متاثر بھی ہوں، اس طرح شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ سے بھی تفسیر میں استفادہ کیا۔تفسیری مناہج تو کئی ہیں تاہم حضرت شیخ الشیخ مجتہد فی القرآن حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کا منہج ایک منفرد اور ممتاز منہج ہے اسی منہج پر ہمارے مشائخ پڑھاتے رہے۔

جدون: آپ کی شادی کب ہوئی اور اس وقت آپ کے کتنے بچے ہیں؟ بچوں کی تعلیم کیا ہے اور اب وہ کیا کرتے ہیں؟

قاضی صاحب: شادی ۱۹۷۷ء میں ہوئی ہے۔الحمدللہ اب سات بچے ہیں،یعنی تین بیٹے اور چار بیٹیاں، سارے امریکہ کی مختلف جامعات سے مختلف مضامین میں ماسٹرز کر چکے ہیں اور برسر روزگار ہیں۔

جدون: بیعت وسلوک میں آپ کا تعلق کس سے ہے؟

قاضی صاحب: میرا بیعت وارشاد کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ہے۔

جدون: آپ قدیم وجدید کتابوں میں کن کتابوں سے زیادہ متاثر ہیں؟ اس طرح عالمی شخصیات میں آپ کن سے زیادہ متاثر ہیں اور کیوں؟

قاضی صاحب: میرے نزدیک ہر کتاب میں علم ہوتا ہے اور علم سے بطور ایک طالب علم کے متاثر رہا ہوں۔ عالمی شخصیات میں تو رول ماڈل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے متاثر ہونا ایمانی تقاضا ہے اور پھر جو حضرات آپ صلی اللہ علیہ کے علوم کے امین اور دین کے حاملین ہیں ان سے بقدر مراتب متاثر ہوں۔

جدون: اس وقت امریکہ میں آپ کی مصروفیات کیا ہیں اور آپ کتنا وقت مطالعہ کرتے ہیں؟

قاضی صاحب: ایک طالب علم ہونے کے ناطے میری زندگی دینی، علمی، تدریسی اور اصلاحی مشاغل کا مجموعہ ہے۔ میرے مطالعہ کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں کہ جب بھی کوئی دوسری مصروفیت نہیں ہوتی تو مطالعہ کرتا رہتا ہوں اور کسی نہ کسی موضوع پر لکھتا رہتا ہوں۔

جدون: دینی حوالے سے مغربی ممالک کے اہم مسائل کیا ہیں؟

قاضی صاحب: ٹیکنالوجی نے دنیا کو گلوبل ویلج بنا دیا ہے، کچھ انیس بیس کا فرق ہوگا سو مسائل ہر جگہ ایک جیسے ہیں جو مسائل مغرب میں ہیں اکثر وہی مسائل مشرق میں بھی ہوتے ہیں سوائے چند مسائل کے۔

جدون: آپ نے کتنے حج کئے ہیں؟

قاضی صاحب: بطور تحدیث بالنعمۃ کہتا ہوں اور اس میں کوئی تصنع یا مبالغہ نہیں، میں شمار کیے بغیر حج کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

جدون: کن کن ممالک کا سفر کیا ہے؟ کیا آپ کا کوئی سفر نامہ ہے یا لکھنے کا کوئی ارادہ ہے؟

قاضی صاحب: مشرق وسطیٰ کے بہت سارے ممالک، یورپی ممالک، ساوتھ اور سنٹرل امریکہ کے بعض ممالک اور مشرق میں ملائشیا کے اسفار کر چکا ہوں، سفر نامہ تو نہیں البتہ آپ بیتی میں ان چیزوں کا مختصر تذکرہ موجود ہے جو اب تک غیر مطبوع ہے۔

جدون: آپ نے کہاں کہاں پر تدریس کی ہے؟ اور کون کونسی کتابیں پڑھائی ہیں؟

قاضی صاحب: تدریس تو ۱۹۷۵ء سے ۱۹۹۶ تک پاکستان میں کرتا رہا اور بعد ازاں جب امریکہ گیا تو وہاں بھی تدریس کرتا رہتا ہوں میں نے کبھی کسی کو تلمیذ نہیں کہا، ساتھی کہتا ہوں اور ہر طالب علم دین قابل ذکر ہے۔

جدون: آپ نے کتنی تفاسیر لکھی ہیں؟ اور ان کے مناہج کیا ہیں؟

قاضی صاحب: تفاسیر تو پانچ لکھی ہیں۔ان میں پشتو کی تفسیر عام پشتونوں کیلئے ،اردو کی تفسیر اردو دان طبقے کیلئے اور عربی کی تفسیر علماء کو مدنظر رکھ کر لکھ لیے ہیں۔

جدون: آپ نے تفسیر کے علاوہ کونسی کتابیں لکھی ہیں؟ ان کا مختصر تعارف کریں؟

قاضی صاحب: کتابیں بحمدللہ بہت ساری ہیں، عربی ،انگلش ،پشتو،اردو میں، انہیں دیکھ کر کوئی بھی تبصرہ کرسکتا ہے۔(یہ کتابیں مولانا عباداللہ صاحب رابطہ نمبر 03459371753 سے مل سکتی ہیں)

جدون: آپ نے شعبان ورمضان میں کتنے ددورہائے تفسیر پڑھائے اور کہاں کہاں پر پڑھائے ؟

قاضی صاحب: پاکستان میں ۱۹۷۵۔۱۹۹۶ تک رمضان میں دورہ تفسیر پڑھاتا رہا جن میں قرآنی علوم کے شائقین جمع ہوکر مستفید ہوتے تھے۔اسکے بعد جب امریکہ گیا تو وہاں پر مسلسل تفسیر کے دروس ہوتے رہتے ہیں۔

جدون: آپ نے سیاست میں کب سے حصہ لیا؟ اور کس سن میں آپ قومی اسمبلی کے ممبر بنے؟اس حوالے سے اپنے سیاسی احوال بیان کریں؟

قاضی صاحب: سیاست میں تو زمانہ طالب علمی سے تھے۔۱۹۹۳ء میں ممبر قومی اسمبلی بنا اور احوال یہ کہ اُس وقت سیاست میں کچھ شرافت، اقدار اور اخلاق نظر آتے تھے جو اب آہستہ آہستہ سیاسی میدان سے مفقود ہوتے جارہے ہیں۔

جدون؛ آپ عملی سیاست سے کیوں کنارہ کش ہوئے؟

قاضی صاحب: میں سیاست سے تو کیا ملک سے گیا تو اب کیا عملی سیاست کرنی ہے۔

جدون: کیا مغرب میں آپ جامعات میں جاتے ہیں اور مستشرقین سے آپ کا بالمشافہ ملاقات ہوتی ہے؟

قاضی صاحب: وقتاً فوقتاً باتیں ہوتی رہتی ہیں ہرقسم کے لوگوں سے۔جامعات میں بھی جاتا رہتا ہوں، سوال و جواب ہوتے ہیں اور سوال کے مطابق جواب دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

جدون: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی صلاحیت دی ہے، پاکستان میں تعلیمی سلسلہ کیوں شروع نہیں کرتے ہیں تاکہ یہاں کے لوگ مستفید ہوسکیں؟

قاضی صاحب: میری بیوی امریکی ہے اور سسرال والے سارے امریکی ہیں۔وہاں مسجد میں پڑھاتا رہتا ہوں، جیسا یہاں پاکستان میں کرتا رہا اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

محمد اسرار مدنی
حافظ محمد عامر ربانی

جمہوریت اور حاکمیت عوام

جمہوریت کے حوالے سے درجنوں کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں چونکہ یہ اصطلاح خود مغرب سے ہمارے ہاں پہنچ چکی ہے اس وجہ سے اس پر تنقید و تائید کا سلسلہ جاری ہے۔خود مغربی مفکرین کے نزدیک اب بھی جمہوریت کوئی Perfect نظام نہیں، بلکہ اس میں خامیاں موجود ہیں، مگر ہمارے ہاں مذہبی فکر میں اس پر چند اصولی سوالات اٹھائے گئے ہیں، زیرنظر تحریر میں سلسلہ وار ہم اس کے حوالے سے گزارشات پیش کریں گے۔مزید تفصیل کے لئے کتاب ''اسلام اور جمہوریت: ایک متبادل بیانیہ'' ملاحظہ فرمائیں، جس میں دیگر کئی اہم سوالات اور اس کے تفصیلی جوابات شامل ہیں۔

حاکمیتِ عوام یا اقتدارِ اعلیٰ کی بنیاد پر تکفیر

جمہوریت کو ''حاکمیت عوام'' کے نظریے کی بنیاد پر کفریہ نظام قرار دینے اور حاکمیتِ عوام کو اس کا لازمی جزو قرار دینے والے گروہ کی طرف سے ایک اعتراض یہ اٹھایا جاتا ہے کہ جمہوریت میں اگر آئینی طور پر قرآن وسنت کی پابندی قبول کی جاتی ہے، تو اس لیے نہیں کی جاتی کہ وہ خدا کا حکم ہے جس کی اطاعت لازم ہے، بلکہ اس اصول پر کی جاتی ہے کہ یہ اکثریت نے خود اپنے اوپر عائد کی ہے اور وہ جب چاہے، اس پابندی کو ختم کرسکتی ہے۔ اس لیے آئین میں اس کی تصریح کے باوجود جمہوریت درحقیقت حاکمیت عوام ہی کے فلسفے پر مبنی نظام ہے۔اس استدلال کے دو نکتے ہیں اور ہم ان دونوں نکتوں کا جواب الگ سے تحریر کرتے ہیں:

۱) قرآن وسنت کی پابندی کے لیے کثرت رائے کی شرط

آئین میں قرآن وسنت کی پابندی دراصل قرآن وسنت کے واجب الاتباع ہونے کے عقیدے کے تحت نہیں، بلکہ محض اس لیے قبول کی جاتی ہے کہ اکثریت یہ پابندی قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

جواب: سوال یہ ہے کہ اگر آئین میں اس تصریح کا مطلب یہ نہیں کہ آئین ساز اسمبلی خود کو قرآن

وسنت کا پابند سمجھتی ہے اور یہ محض حاکمیتِ عوام کے اصول کا ایک اظہار ہے، تو اس مقصد کے لیے اسمبلی کو یہ تصریح کرنے کی آخر ضرورت اور مجبوری ہی کیا درپیش ہے؟ پھر تو آئین میں سادہ طور پر صرف یہ بات لکھنی چاہیے کہ قانون سازی کا مدار اکثریت کی رائے پر ہے اور اس بنیاد پر جو بھی قانون بنے گا، وہ اس وقت تک قانون رہے گا جب تک اسے اکثریت کی تائید حاصل رہے۔ جب آئین ساز اسمبلی اس سے آگے بڑھ کر باقاعدہ ایک اصول کے طور پر یہ نکتہ آئین میں شامل کر رہی ہے کہ مقنّنہ قرآن وسنت کے احکام کی پابند ہوگی تو کس اصول کی رو سے اس پر یہ الزام عائد کیا جا سکتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کی پابندی کو بالذات اور مستقل اصول کے طور پر قبول نہیں کر رہے ہیں۔

آئین میں اکثریت کی رائے پر تبدیلی

چونکہ آئین میں اکثریت کی رائے کی بنیاد پر تبدیلی کی جا سکتی ہے اور اس اصول کے تحت اگر کسی وقت اکثریت قرآن وسنت کی پابندی کی شرط کو ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کی پابندی کو فی نفسہ اور بالذات نہیں بلکہ محض اکثریت کی رائے کی بنیاد پر قبول کیا جا رہا ہے۔

جواب: سوال یہ ہے کہ دین وشریعت بلکہ دنیا کے کسی بھی قانون یا ضابطے کی پابندی قبول کرنے کا آخر وہ کون سا اسلوب یا پیرایہ ہو سکتا ہے جس میں یہ امکان موجود نہ ہو کہ کل کو پابندی قبول کرنے والا اس کا منکر نہیں ہو جائے گا؟ مثال کے طور پر ایک شخص کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرتا ہے، تو اسے اس بنیاد پر مسلمان تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی مرضی اور آزادی سے یہ فیصلہ کیا ہے، حالانکہ اس بات کا پورا امکان ہے کہ وہ کسی بھی وقت اسی آزادی کی بنیاد پر اسلام سے منحرف ہونے کا فیصلہ کر لے۔ اب کیا اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ چونکہ کل کو وہ اپنی مرضی سے اسلام کو چھوڑ سکتا ہے، اس لیے آج اس کے کلمہ پڑھنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ وہ اسلام کو فی نفسہ واجب الاتباع نہیں سمجھتا، بلکہ اپنی ذاتی پسند اور مرضی کی وجہ سے قبول کر رہا ہے؟ دنیا کے ہر معاہدے اور ہر ضابطے کی پابندی کی بنیاد اسی آزادی پر ہوتی ہے جو انسانوں کو حاصل ہے اور جو آج کسی پابندی کے حق میں اور کل اس کے خلاف بھی استعمال ہو سکتی ہے، لیکن ہم اس آزادی کے منفی استعمال کے بالفعل ظہور پذیر ہونے سے پہلے کبھی مستقبل کے امکانی مفروضوں کی بنیاد پر حال میں یہ قرار نہیں دیتے کہ فلاں شخص یا گروہ درحقیقت اس قانون یا ضابطے کو فی حد ذاتہ واجب الاتباع ہی تسلیم نہیں کرتا۔

شرعی احکام پر حکومتی عمل درآمد قانون سازی کا محتاج ہے؟

جمہوریت میں شریعت کے واضح اور مسلمہ احکام بھی کسی ملک میں اس وقت تک قانون کا درجہ اختیار نہیں کر سکتے، جب تک کہ منتخب قانون ساز ادارہ اسے بطور قانون منظور نہ کر لے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جمہوریت میں اللہ کی شریعت کا نفاذ انسانوں کی منظوری کا محتاج ہے، اگر وہ بطور قانون اسکی منظوری نہ دیں تو کوئی حکم شرعی نافذ نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک کفریہ تصور ہے۔

جواب: اس دلیل میں جو منطقی مغالطہ ہے اسے ایک مثال کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے۔فرض کریں ایک شخص کسی کو قتل کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کا واضح اور قطعی حکم ہے کہ قاتل کو مقتول کے قصاص میں قتل کیا جائے لیکن شریعت کا یہ حکم اس وقت تک عملا نافذ نہیں ہوسکتا جب تک یہ مقدمہ با قاعدہ کسی با اختیار عدالت کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور عدالت یہ فیصلہ نہ سنا دے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کا حکم اپنے نفاذ کے لیے ایک جج کی منظوری کا محتاج ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، اس لیے کہ شریعت کے حکم اور اس پر عمل درآمد کے درمیان عدالت کا کردار اس تصور کے تحت نہیں رکھا گیا کہ خدا کی شریعت انسانی تائید کی محتاج ہے بلکہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس حکم کے نفاذ کے عمل کو منضبط اور غلطیوں سے محفوظ بنایا جا سکے۔ بالکل یہی معاملہ کسی شرعی حکم کو قانون سازی کے مرحلے سے گزارنے کا ہے۔ جب آئین میں اصولی طور پر یہ مان لیا گیا کہ شریعت بالادست قانون ہوگی، تو تمام واضح اور قطعی احکام اصولا قانون کا درجہ اختیار کر گئے۔ اسکے بعد ان احکام کے حوالے سے قانون سازی کے مراحل بنیادی طور پر پروسیجرل (procedural) ہیں نہ کہ اس بنیاد پر کہ احکام شرعیہ کو ابھی قانون بننے کے لیے منظوری کی ضرورت ہے۔

اس حوالے سے یہ نکتہ خاص طور پر ملحوظ رہنا چاہیے کہ شریعت کا کوئی بھی واضح اور صریح حکم اس وقت تک نفاذ میں نہیں آ سکتا جب تک اس کے ساتھ جڑے ہوئے چند اجتہادی سوالوں کا جواب نہ دے دیا جائے۔ مثلاً چوری کو لیجیے۔ محض یہ تسلیم کر لینے سے کہ چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، کسی بھی چوری کے مقدمے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حکم کے اطلاق کے لیے شاید درجنوں اجتہادی سوالات کا جواب دینا پڑے گا اور اس کے لیے کسی نہ کسی اجتہادی تعبیر کو قانون کا درجہ دینا پڑے گا۔ مثلاً یہ کہ چوری کا مصداق کیا ہے؟ کتنے مال کی چوری پر یہ سزا لاگو ہوگی؟ کیا ہر طرح کے حالات میں یہ سزا دی جائے گی یا کچھ مخصوص حالات میں رعایت بھی دی جا سکتی ہے؟ ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اجتہادی سوالات ہیں جو نص میں صراحتاً مذکور نہیں اور ان کا جواب طے کیے بغیر کسی

ایک مقدمے کا فیصلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ گویا ہر واضح اور قطعی شرعی حکم نفاذ کے لیے ایک اجتہادی تعبیر کا محتاج ہے۔ قانون سازی دراصل اسی درمیانی مرحلے کو طے کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ قانون کے بنیادی پہلوؤں کی ایک متعین تعبیر کے بغیر، جس کی روشنی میں عدالتیں فیصلے کر سکیں، قانون کے نفاذ میں بہت سی پیچیدگیاں اور مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جدید سیاسی نظام میں قانون ساز ادارے اس نوعیت کی پیچیدگیوں کو کم کرنے اور قانون کے بنیادی پہلوؤں کو واضح اور متعین کرنے کے کردار ادا کرتے ہیں، اگر قانون کے بنیادی خطوط اور حدودِ اربعہ متعین نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ قانون کی براہ راست تعبیر کا کام عدالتوں کو کرنا پڑے گا جس میں اختلافات کا پیدا ہونا اور اس کے نتیجے میں قانونی سطح پر پیچیدگیوں کا سامنے آنا ناگزیر ہے۔ علمی اور نظری سطح پر کسی قانون کی تعبیر میں اختلافات ہوں تو ان سے عملی پیچیدگیاں پیدا نہیں ہوتیں، لیکن قانونی نظام کی سطح پر بہرحال ایک بنیادی نوعیت کی یکسانی پیدا کرنا انتظامی پہلو سے ایک مجبوری کا درجہ رکھتا ہے۔

جمہوریت میں شرعی احکام کو نفاذ سے پہلے قانون ساز ادارے کی منظوری کے مرحلے سے گزارنا دراصل اسی پہلو سے ضروری ہوتا ہے نہ کہ اس مفروضہ تصور کے تحت کہ شریعت کا حکم تب واجب العمل ہوگا جب انسان اسے قانون کے طور پر منظور کر لیں گے۔ چنانچہ صورت حال کی درست تعبیر یہ ہوگی کہ آئین کی اسلامی نوعیت طے ہو جانے کے بعد تمام احکام شریعت کی پابندی قبول کر لی گئی، البتہ انھیں قانون کی سطح پر نافذ کرنے کے لیے کچھ درمیانی مراحل طے کرنا ضروری تھا جن میں سب سے اہم مرحلہ قانون کی تعبیر کا تھا۔

اسلام اور جمہوریت

ایک متبادل بیانیہ

اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے چند اہم مباحث، آئین پاکستان کی شرعی و قانونی حیثیت، اور پاکستان میں جمہوری جدوجہد کے لئے علمائے کرام کی خدمات پر مشتمل اہم مباحث

ترتیب وتدوین: **محمد اسرار مدنی**

ناشر: مجلس تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۔ 0332 9174191

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی جلسہ دستار بندی

۱۲/مارچ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ تقریب ختم بخاری کی پرنور تقریب منعقد ہوئی، شدید بارش کی وجہ سے مرکزی تقریب کا اہتمام نئی زیرتعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرکزی وسیع وعریض ہال میں ہوا، تیز بارش سے قطع نظر حسب سابق لاکھوں فرزندان دین ملک بھر سے تقریب میں شرکت کے لئے جامعہ حقانیہ پہنچے، نماز ظہر کے بعد باقاعدہ تقریب کا آغاز کیا گیا۔تلاوت کلام پاک ونعت رسولؐ مقبول کے بعد نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے اپنے خطاب میں ملک بھر سے آئے مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی کردار پر روشنی ڈالی۔ ملک وملت کو درپیش چیلنجز و عالم کفر کی عالم اسلام کے خلاف جاری ریشہ دوانیوں کا ذکر کیا۔ اپنے خطاب میں حضرت والد صاحب نے دادا جان شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بننے کا عہد دہرایا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ونائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث مبارک کا درس دیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی پس ومنظر پر روشنی ڈالنے کے ساتھ عالم اسلام کی یکجہتی وفلاح و بہبود کے لئے دعائیں کیں۔تقریب سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے بھی خطاب فرمایا، رقت آمیز دعا حضرت مولانا پیرعزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ نے فرمائی۔امسال بھی حسب سابق ۱۵۰۰ طلباء کرام کی دستار بندی جامعہ کے شیوخ واساتذہ نے کروائی۔

جدید دارالتدریس بیاد امام الشہداء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا افتتاح

۱۳/اپریل بروز بدھ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں نئے زیرتعمیر جدید دارالتدریس بیاد امام الشہداء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ میں انتظامی، تعلیمی اور امتحانی امور اور حضرت مہتمم ونائب مہتمم صاحبان کے دفاتر کے افتتاح کی پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحبان کے علاوہ جامعہ کے جملہ شیوخ، اساتذہ کرام، عملہ، اکیڈمک بلاک کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالنے والے

معززین ودیگر شریک ہوئے۔حضرت نائب مہتمم صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد جامعہ کو درپیش مسائل سے شرکاء کو آگاہ کیا، حضرت مہتمم صاحب نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے جامعہ کے نظم ونسق کے علاوہ شرکا مجلس کو مدارس واہل مدارس کو درپیش مسائل سے آگاہ کیا۔شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جدید دارالتدریس کی تکمیل کی ادھوری خواہش کا ذکر کرتے ہوئے حاضرین مجلس کو آبدیدہ کرگئے۔ جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے گلشن حقانیہ کے ساتھ قائم اپنے غیرمتزلزل رشتے کو مزید مضبوط کرنے کا اعادہ کیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیربابا جی کے نصائح وملفوظات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب کی دعا سے تقریب کا اختتام ہوا، تقریب میں شرکاء مجلس نے جدید دارالتدریس کے قیام کے سلسلے میں دارالعلوم کے تعمیراتی شعبے کے انچارج حضرت مولانا راشدالحق صاحب اوران کی ٹیم کی کاوشوں کو سراہا اورانہیں مبارکباد پیش کی۔

جامعہ کی مجلس شوری کا سالانہ اجلاس

۸؍مارچ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کا اجلاس جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں زیرصدارت حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ منعقد ہوا۔حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق صاحب مدظلہ نے تمام ارکان کا شکریہ ادا کیا۔آئندہ مالی سال کا بجٹ حضرت مہتمم صاحب نے پیش فرمایا جسے اراکین مجلس شوریٰ نے اللہ پرتوکل کر کے منظور فرمایا۔

جامعہ کے سالانہ امتحانات وتعطیلات

۱۴؍مارچ کو جامعہ کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہوا، وبائی مرض کورونا وائرس کی پاکستان میں شدت اختیار کرنے اورحفاظتی تدابیر کی وجہ سے حکومت پاکستان نے ملک بھرکی تمام جامعات سمیت ملک کے تمام اداروں میں لاک ڈاؤن کا اچانک اعلان کردیا، وفاق المدارس العربیہ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے حکومتی لاک ڈاؤن کے قوانین اوراس وبائی مرض سے بچاؤ کی احتیاطی تدبیر کی خاطر مدارس کے جاری وآمدہ امتحانات ملتوی کر کے تعطیلات کا اعلان کردیا۔

حالیہ وبائی مرض کورونا وائرس کے پیش نظر جامعہ حقانیہ کو بطور قرنطینہ سینٹر پیش کیا گیا

۲۳؍مارچ: حالیہ وبائی مرض کورونا وائرس نے جہاں پوری دنیا میں اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں وہیں اس وبا سے وطن عزیز پاکستان بھی متاثر ہے۔اس مشکل کی گھڑی میں حسب سابق جامعہ دارالعلوم

حقانیہ نے اپنی خدمات قوم و ریاست کے سامنے پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر ملک کو ضرورت ہو تو جامعہ حقانیہ کے ہاسٹلز و عمارتیں حکومت ومحکمہ صحت بطور قرنطینہ سینٹر استعمال کرسکتا ہے۔ جیسا کہ ۲۰۱۰ کے تباہ کن سیلاب کے دوران جامعہ حقانیہ نے ہزاروں سیلاب زدگان کی ۲ ماہ تک مہمان نوازی کی تھی، جامعہ کی اس پیشکش کو پورے ملک میں سراہا گیا، صوبائی حکومت کی جانب سے ڈپٹی کمشنر نوشہرہ جناب شاہد علی خان صاحب و دیگر ٹیم نے جامعہ کا دورہ کیا اور ضرورت پڑنے پر مختلف عمارتوں کو بطور قرنطینہ سینٹر استعمال کرنے کے لئے منتخب کیا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب و نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے اس وبائی مرض سے بچاؤ اور احتیاطی تدابیر اپنانے کے سلسلے میں آگاہی مہم میں اپنا کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے قومی میڈیا اور سوشل میڈیا میں اپنے پیغامات ریکارڈ کروائے۔

حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

۵/مارچ: شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ جامعہ ترتیل القرآن مسجد کرم شاہ نوشہرہ تشریف لے گئے جہاں پر دستار بندی کی ایک بڑی پروقار تقریب سے خطاب فرمایا، بعدازاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے مدرسے جامعہ ابوہریرہ خالق آباد تشریف لے گئے اور جامعہ میں دورہ حدیث شریف کے طلباء کو بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور ختم بخاری شریف فرمایا، اس موقع پر مفصل خطاب بھی فرمایا جس میں طلبا وفضلاء کو موجودہ دور میں دین کی کما حقہ خدمت کس طرح کرنی ہے؟ معاشرے میں عالم دین کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ اس کے علاوہ بڑے قیمتی زرین نصائح سے عوام وخواص کو مستفید فرمایا۔

۷/مارچ: جامعہ المحصنات للبنات اورنگ آباد پبی میں ختم بخاری کی تقریب میں شرکت فرمائی، یہ مدرسہ حضرت مولانا احسان الحق حقانی مدظلہ جو کہ جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۹/مارچ: شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ جامعہ حلیمہ درہ پیزو تشریف لے گئے جہاں جامعہ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر درس حدیث اور بخاری شریف کی تکمیل پر ختم فرمایا، اس موقع پر جامعہ حقانیہ کے سینکڑوں فضلاء کرام سے ملاقات بھی فرمائی، اس موقع پر مفصل خطاب فرمایا۔

۱۱/مارچ: مولانا ارشد علی قریشی مدظلہ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ پشاور تشریف لے گئے اوران کے

مدرسہ کی سالانہ دستار بندی کی تقریب میں سرپرستی وصدارت فرمائی۔اس موقع پر تفصیلی خطاب بھی فرمایا، خطاب میں عوام الناس کوخصوصی طور پرمخاطب فرما کر کہا کہ ہماری بقاء اور ترقی مدارس کے بقاء و ترقی میں مضمر ہے۔اگر ہم اپنی ترقی چاہتے ہیں تو ہم نے مدارس کو مضبوط اور ترقی دینی ہوگی، ان مدارس کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا، ورنہ بصورت دیگر اگر یہ مدارس نہ رہے تو ہم بھی نیست ونابود ہوجائیں گے۔

۱۱؍مارچ : جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ناظم مالیات جناب عالمگیر خان کی والدہ کے انتقال پر شیدو تشریف لے گئے اورنماز جنازہ پڑھایا اور جملہ پسماندگان سے تعزیت کی۔

۱۳؍مارچ: جامعہ حقانیہ کے فاضل مولانا بسم اللہ کی دستار بندی کے موقع پر پشاور تشریف لے گئے اس موقع پر افغانستان کے علماء کرام بھی کثیر تعداد میں تقریب میں شریک تھے۔تقریب سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت مہتمم صاحب نے کہا کہ دین اوردنیا کے مابین بُعد اور دوری نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں مگر شرط یہ ہے کہ دنیا دین کے مطابق ہو۔

۱۴؍مارچ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں سالانہ امتحانات شروع ہوئے،تمام امتحان کی نگرانی حضرت مہتمم صاحب خودفرماتے رہے۔تین چار پرچوں کے بعد دارالعلوم کے امتحان بھی ملتوی کردیئے گئے

۱۵؍مارچ: ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں انتشار اورکورونا وباء کے خدشے کے پیش نظر وفاق المدارس کا ہنگامی اجلاس کراچی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے فرمائی، اس موقع پر حالات کے پیش نظر وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات فی الحال ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۷؍مارچ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تمام اساتذہ کرام کا ایک ہنگامی اجلاس منعقدہوا جس کی صدارت حضرت مہتمم صاحب نے فرمائی،کوروناوباء کے پیش نظر جامعہ کے سالانہ امتحان ملتوی کرنے اورتعطیلات دینے کا فیصلہ کیا گیا، بعدازاں شبقدر تشریف لے گئے جہاں علاقہ شبقدر کی ایک مشہور اورسماجی شخصیت سید رحیم شاہ باچا صاحب کی وفات پرنماز جنازہ میں شرکت کی۔

۱۹؍مارچ: حضرت مہتمم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے، جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب سے ملاقات کی اورموجودہ حالات کے حوالے سے مشاورت فرمائی۔

نائب مہتمم صاحب حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

یکم مارچ: والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی ،امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان ونائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے خانوادے اور جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی صاحب کی دعوت پر ان کے ادارے جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خانپور کے سالانہ جلسے میں بطور مہمان خصوصی شرکت کرنے کے لئے خان پور رحیم یار خان تشریف لے گئے ، جمعیت علماء اسلام صوبہ خیبرپختونخوا کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب ہمراہ تھے۔

۲مارچ: سفر پنجاب کے دوران حضرت مولانا حامد الحق صاحب نے جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام رحیم یار خان ،خان پور ،راجن پور و دیگر اضلاع میں منعقدہ مختلف تقریبات میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور کارکنان جمعیت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

۴؍مارچ: جامعہ اہل بیت تعلیم القرآن ہری پور میں منعقدہ استحکام مدارس دینیہ کانفرنس سے ٹیلی فونک خطاب فرمایا۔

۵؍مارچ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ،خطیب جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ جامعہ حقانیہ کے ادارے جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ کی تقریب دستار بندی میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۱۰؍مارچ: عوامی نیشنل پارٹی کے زیراہتمام پختون قومی جرگہ میں شرکت کے لئے باچا خان مرکز پشاور تشریف لے گئے ،پختون بیلٹ کو درپیش مسائل اوراس کے حل کے حوالہ سے گفتگو فرمائی،تقریب میں میزبان عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ اسفندیار ولی خان کے علاوہ تمام قومی قائدین شریک ہوئے۔

۱۱مارچ: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نواسے حضرت مولانا ارشد علی قریشی کے ادارہ پشاور کی قدیم ومعروف دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ روڈ بجوڑی گیٹ نمک منڈی کی سالانہ تقریب دستار بندی میں شرکت کے لئے پشاور تشریف لے گئے، تقریب کے مہمان خصوصی حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب تھے۔

۱۱؍مارچ: پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مخلص ڈاکٹر حافظ انعام اللہ صاحب کے ادارے دارالعلوم شیخ آباد پشاور میں منعقدہ تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور

خطاب فرمایا۔

۱۳؍مارچ: جامعہ کے فاضل ومخلص مولانا عبدالقہار حقانی اور قاضی عبدالرشید ایڈوکیٹ کے بھائی کی وفات پر تعزیت کے لئے مردان کے علاقے بخشالی تشریف لے گئے۔

۱۴؍مارچ: جمعیت علمائے اسلام ضلع بونیر کے زیراہتمام منعقدہ تقریب میں شرکت کے لئے بونیر تشریف لے گئے، مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۴؍مارچ: جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ کے سابق مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف قریشی (مرحوم) کی بیوہ اور جامعہ کے فاضل مولانا احتشام الحق قریشی صاحب کی والدہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔

۲۵؍مارچ: ڈپٹی کمشنر ضلع نوشہرہ جناب شاہد علی خان صاحب اور اسٹنٹ کمشنر جناب ڈاکٹر ثمن عباس صاحبہ نے جامعہ میں حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب سے ملاقات کی۔

۱۲؍اپریل: عالمی ادارہ صحت کے زیراہتمام حالیہ وبائی مرض کورونا وائرس کے حوالے سے ویڈیو کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، عالمی ادارہ صحت کے زیراہتمام انٹرنیشنل اسلامک ایڈوائزری گروپ کے رکن، جمعیت علماء اسلام کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامدالحق صاحب ویڈیو لنک کے ذریعے کانفرنس میں شریک ہوئے اور خطاب فرمایا، کانفرنس میں پاکستان، مصر، امریکہ، سعودی عرب اور دیگر ممالک سے اسکالرز و عالمی ادارہ صحت کے ذمہ داران شریک ہوئے۔

۱۹؍اپریل: عالمی ادارہ صحت پاکستان کے زیراہتمام پاکستان میں کورونا وائرس کے پھیلاؤ اور احتیاطی تدابیر کے حوالے سے دوسری ویڈیو کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب نے شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

مولانا حامدالحق حقانی کی مساجد کی بندش کے حوالہ سے دارالعلوم کراچی میں بذریعہ فون شرکت

۱۴؍اپریل: کورونا وائرس کی وجہ سے ملک بھر کی بند مساجد کے حوالہ سے دارالعلوم کراچی میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی زیرصدارت تمام مکاتب فکر کے معروف علماء کرام کا اجلاس منعقد ہوا۔ بذریعہ ٹیلی فون حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا حنیف جالندھری صاحب، جناب لیاقت بلوچ صاحب اور جناب ساجد میر صاحب نے خطاب کیا اور اجلاس کے فیصلوں کی تائید کی۔ اجلاس کے بعد حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے مشترکہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے حکومت سے مساجد

کھولنے اوراحتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تجاویز پیش کی۔ جسے بعد میں صدر مملکت کے ساتھ علماء کرام کی ملاقات میں ۲۰ نکاتی معاہدے کے تحت منظور کر کے مساجد کو دوبارہ کھول دیا گیا۔فللہ الحمد

وزیراعظم عمران خان سے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کے ہمراہ مولانا حامد الحق کی ملاقات

۲۰/اپریل: صدر مملکت سے علماء کرام کے ہونے والے معاہدے کے پیش نظر وزیراعظم عمران خان صاحب سے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ۱۰ رکنی علما کرام ومذہبی رہنماؤں نے وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد میں ملاقات کی۔ ملاقات میں جمعیت علماء اسلام کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی کے علاوہ، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری، علامہ طاہر محمود اشرفی، پیر شمس الامین ودیگر شریک تھے، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب اورمفتی منیب الرحمٰن صاحب بذریعہ ویڈیو لنک شریک ہوئے۔مولانا حامد الحق حقانی صاحب کے خطاب کا متن:

’’تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین کا مساجد کے حوالے سے 20 نکات پر اتفاق رائے ہوجانا خوش آئند اقدام ہے۔ مدارس ومساجد کے آئمہ وخطبا کو بھی ریلیف پیکج میں شامل کیا جائے وہ بھی قوم کی دینی رہنمائی بغیر کسی معاوضے کے کرتے ہیں۔ ملک کا کاروبار ٹھپ ہے مدارس دینیہ کے چھ ماہ کے یوٹیلیٹی بلز معاف کیے جائے۔ ملک کے لاکھوں غربا اس امدادی پروگرام سے محروم ہے جن کو ریلیف پہنچانے کے لئے حکومت تمام تر وسائل بروئے کار لائے۔ ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں محصور تبلیغی حضرات کی باحفاظت واپسی کا اہتمام کیا جائے۔ حالیہ وبائی مرض سے نجات اور ملکی معیشت ونظام کی روانگی رجوع الی اللہ ہی سے ممکن ہے۔‘‘

۳۰/اپریل: جمعیت علمائے اسلام کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی نے حکومت کی جانب سے قادیانیوں کی اقلیتی کمیشن وزارت مذہبی امور میں شمولیت کی تجویز کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا کہ یہ صریحاً آئین پاکستان سے غداری کا ارتکاب ہوگا۔ملک بھر کے تمام مذہبی وسیاسی قائدین نے اس تجویز پر شدید غم وغصے کا اظہار کیا۔مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے آنے والے جمعۃ المبارک کو یوم تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے عنوان سے منانے کی اپیل کی اور ائمہ وخطبا سے خطبہ جمعہ کے دوران آواز حق بلند کرنے کا مطالبہ کیا، جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں جمعہ کے اجتماع سے مولانا حامد الحق حقانی نے خطاب کیا، یوں الحمدللہ حکومت وقت نے عوامی دباؤ کے پیش نظر اپنی تجویز واپس لے لی۔ ☆ جمعیت علماء اسلام کے دیرینہ رہنماء اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا یحییٰ خان محسنؒ کے انتقال پر انکے اہل خانہ سے تعزیت کی، اسی طرح ہریپور کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات پر انکے اہل خانہ سے تعزیت کی۔

جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۱۔۱۴۴۰ھ بمطابق ۲۱۔۲۰۲۰ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	جمعرات	۱۰،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۴ جون ۲۰۲۰ء
جدید دورہ حدیث شریف	ہفتہ	۱۲،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۶/جون ۲۰۲۰ء
جدید دورہ حدیث شریف	اتوار	۱۳،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۷/جون ۲۰۲۰ء
موقوف علیہ ۔ جدید دورہ حدیث شریف	پیر	۱۴،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۸، جون ۲۰۲۰ء
اعدادیہ، متوسطہ، اولیٰ، ثانیہ، سادسہ	منگل	۱۵،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۹، جون ۲۰۲۰ء
تکمیل، خامسہ، ثالثہ، رابعہ	بدھ	۱۶،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۰، جون ۲۰۲۰ء
افتتاح	جمعرات	۱۷،شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۱، جون ۲۰۲۰ء
	ہفتہ	

شعبہ حفظ : درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان ۱۰/شوال بمطابق ۸ مئی تا ۴ جون تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۱۲، ۱۳ شوال بمطابق ۶ ۔ ۷ جون بروز ہفتہ، اتوار صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۲ شوال بمطابق ۴ جون بروز ہفتہ سے دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۶ شوال بمطابق ۱۰ جون بروز بدھ صبح 9:00 بجے ہوگا۔ نوٹ: تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ دو سال ہوگا

نوٹ (۱) درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو **نوٹ (۲)** داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں **نوٹ (۳)** امسال دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جسمیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائیگا **نوٹ (۴)** ہر درجہ میں داخلہ کیلئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹو سٹیٹ بھی لانا ضروری ہے **نوٹ: (۵)** تمام قدیم طباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں

نوٹ (۶) جو غیر ملکی طلباء کرام جامعہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں وہ پاکستانی ویزہ اور دیگر ضروری دستاویزات اپنے ساتھ ضرور لائیں

نوٹ (۷) قدیم طلباء کیلئے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ حتمی ہے، مقررہ تاریخ کے بعد کسی بھی طالبعلم کو داخلہ نہیں ملے گا۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ ۱۷ شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۱ جون ۲۰۲۰ بروز جمعرات ہوگا

ہدایات برائے داخلہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سال ۴۲۔۱۴۴۱ھ بمطابق ۔۲۰۲۱۔۲۰۲۰

(۱) جامعہ کا داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا اور تمام قدیم وجدید طلباء کیلئے سابقہ درجہ میں جید جداً تقدیر کے ساتھ پاس ہونا ضروری ہوگا۔

(۲) دورہ حدیث کیلئے کم از کم درجہ سادسہ اور باقی درجات کیلئے سابقہ درجہ کی وفاق سند پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) نئے داخلہ کیلئے تحریری امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد میں تقریری امتحان بھی لیا جائیگا۔تقریری امتحان میں ناکام ہونے والے طلباء داخلہ سے محروم ہونگے۔تقریری امتحان میں طلباء کی ظاہری شکل وصورت کا جائزہ لیا جائیگا اوراس موقع پر وفاق کی اصل اسناد بھی پیش کرنا لازم ہوگا۔

(۴) داخلہ فارم کے ساتھ اپنی قومی شناختی کارڈ کاپی اور دو عدد تازہ تصاویر لگانا ضروری ہوگا۔

(۵) داخلہ کیلئے جو شرائط وضوابط جامعہ کی طرف سے پہلے سے مقرر ہیں یا ارباب اہتمام وتعلیمی کمیٹی کی جانب سے نئے شرائط وضوابط کے احکامات جاری ہوں تو اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی قابل قبول نہیں ہوگی۔

(۶) جامعہ میں طلباء کیلئے ٹچ موبائل پر مکمل پابندی ہوگی اگر کسی طالب علم کے ساتھ کسی بھی وقت اور کہیں بھی ٹچ موبائل جامعہ کے اندر پایا گیا تو وہ موبائل کو ضبط اوراس طالب علم کا داخلہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔

(۷) جامعہ میں غیر تعلیمی سرگرمیوں پر مکمل پابندی ہے، اسلئے جامعہ کی اجازت کے بغیر جامعہ کے تمام طلباء کسی سیاسی وغیر سیاسی جلسے جلوس میں شریک نہیں ہونگے۔

(۸) طلباء کے اسباق، تکرار اور مطالعہ میں حاضری از حد ضروری ہے۔کوتاہی کسی بھی صورت میں قابل قبول نہ ہوگی۔

(۹) امسال طلباء کیلئے جامعہ میں رہائش پذیر ہونا ضروری ہوگا۔کسی بھی نہاری طالبعلم کو جامعہ میں داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

- **الفوائد الاصولیه لمعرفة الاحادیث النبویة**

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس ترنگزئی تخریج وتعلیق: مولانا راحت نیاز حقانی

ضخامت: ۲۰۸ صفحات ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علوم الحدیث یا اصول الحدیث کی اہمیت علوم وفنوں میں مسلم ہے، اس کے بغیر علم الحدیث کا فہم حاصل کرنا مشکل امر ہے، اس علم میں مختلف زبانوں میں اہل علم نے بے شمار کتابیں لکھیں ہیں اور تاہنوز لکھی جارہی ہے، اس سلسلے کی ایک حسین کڑی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے استاد الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد ادریس ترنگزئی مدظلہ کی کتاب الفوائد الاصولیه بھی ہے، جسے مؤلف حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ خود دورہ حدیث کے طلبہ کو ابتدا میں پڑھاتے ہیں، اس پر مولانا راحت نیاز حقانی (انچارج حقانیہ لائبریری) نے تخریج وتعلیق کا کام ایک بہترین انداز میں کرکے کتاب کی اہمیت کو دوبالا کیا اور اُسے چار چاند لگادیئے، ہر آیت کا حوالہ، ہر حدیث کی تخریج، کتاب میں موجود شخصیات کا تعارف، املا والترقیم کے اصول اور معیار کے مطابق، بارہ فوائد اوراخیر میں تراجم المحدثین پر مشتمل یہ کاوش علم اصول الحدیث میں ایک اعلیٰ شاہکار شمار ہوگی، ان شاء اللہ، مؤلف موصوف نے علم اصول الحدیث کے جملہ مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

- **کتاب الزہد** مصنف: بیرسٹر ظفراللہ خان

ضخامت: ۱۹۲ صفحات ناشر: ایمل مطبوعات اسلام اباد قیمت: ۳۰۰

مادیت پرستی کے اس دور میں لوگوں کیلئے زہد، رقاق اور سادگی ایک بے معنی عمل ہوکر رہ گیا ہے، حالانکہ زہد دراصل دنیا کو مکمل طور پر ترک کردینا نہیں بلکہ یہ دنیا کو دل میں بٹھانے سے انکار کرنا ہے، دنیا کی محبت مذموم ہے، زہد کے حوالے سے احادیث مبارکہ میں ایک لامحدود ذخیرہ موجود ہے احادیث مبارکہ کی ہر کتاب میں کتاب الزهد اہمیت کی حامل ہوتی ہے، اس کے علاوہ اس پر مستقل

کتابیں بھی سینکڑوں کی تعداد میں لکھی گئی ہے تاہم اردو زبان میں اس پر مستقل کتاب شاید کسی نے نہ لکھی ہو،اس کمی کومحترم بیرسٹرظفراللہ خان نے پورا کیا۔

زیرتبصرہ کتاب کتاب الزھدکومحترم ظفراللہ خان نے عام فہم اردو میں لکھ کرنہایت سادہ اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی،احادیث مبارکہ کا نہایت روان سلیس ترجمہ کیا ہے اپنے موضوع پرایک بہترین کتاب ہے جسکے بارے میں جناب احمد جاوید صاحب رقمطراز ہیں''کہ بیرسٹرصاحب کی کتاب الزھد نہ صرف یہ کہ زہد کے سنہری اصول ومظاہرکو جامعیت کیساتھ ہمارے علم میں لاتی ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبوب حال اور مزاج کوحتی المقدور اپنے اندر منتقل کرنے کا ذوق اور جذبہ بھی ابھارتی ہے۔''اللہ موصوف کی اس کاوش کومقبول عام بنائے (آمین)

- **درسی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم** تالیف:مولانا سیدحبیب اللہ شاہ حقانی

ضخامت:۱۴۰صفحات ناشر: مکتبہ ختم نبوت نوشہرہ کے پی کے

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے جو ہر دور میں علما،مفکرین اور مصنفین کا موضوع سخن اورتوجہ کا مرکز رہا ہے، ہرزمانے کے اہل علم وقلم نے دنیا کے مختلف زبانوں میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتعداد کتابیں لکھی ہیں جس کو حیطہ شمار میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، حتیٰ کہ غیرمسلم دانشوروں نے بھی اس موضوع پر بہت زیادہ تعداد میں کتابیں، مقالات اورمضامین لکھے ہیں، انہیں سلسلہ کی ایک کڑی مولانا سیدحبیب اللہ شاہ حقانی (مدرس بلال دارالعلوم لبی افریقہ) کی کتاب''درسی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب''درسی سیرت نبویؐ''میں موصوف نے نہایت عام فہم زبان،سہل انداز اور شگفتہ اسلوب میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پرمختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے جوکہ سکول، مکتب اور مدرسہ کے تمام طلبہ کیلئے یکساں طور پرمفید ہے،حتی کہ عامہ الناس بھی اس سے مستفید ہوسکتے ہیں، چھیاسی دورس پرمشتمل یہ کاوش اس قابل ہے کہ وہ کسی نصاب میں شامل ہو، ہردرس کے آخر میں مشق اورتمرین کوشامل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ کومطالعہ کے بعدمشق کے ذریعے اسباق ازبر ہوجائیں،اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کوقبولیت اورمقبولیت سےنوازے(آمین)

- **مقدمات علوم النحویہ** مؤلف: مفتی روح اللہ کشمیری

ضخامت: ۷۲صفحات ناشر: دارالافتاء والتالیف جامعہ ام القری مردان

ادب عربی میں علم النحو کی اہمیت، حیثیت اور ضرورت کا اندازہ ہر ذی علم کو ہے، اس فن کو ہر زمانے میں اہل علم وفن نے فروغ دیا اور اس کو چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر اس کو پروان چڑھایا، علم النحو کو دینی مدارس میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اس کو نہایت ذوق وشوق سے پڑھایا جاتا ہے اور دینی مدارس میں اس موضوع کے وقیع کتابیں شامل نصاب ہے، کتاب کے شروع میں جو مقدماتی مباحث پڑھائے جاتے ہیں اس کیلئے کوئی الگ کتاب اردو زبان میں نہیں لکھی گئی ،مولانا مفتی روح اللہ کشمیری نے اس خلا کو پر کرنے کیلئے الگ کتاب مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی ۔

زیر تبصرہ کتاب ''مقدمات علوم النحو یہ'' عام فہم اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہے جس میں مؤلف موصوف نے علم النحو کے مقدماتی مباحث کو شستہ انداز میں پیش کیا ہے، ساتھ علم النحو کے مختلف فنون کا تعارف کرا دیا ہے اور علم النحو کے مختلف اور اہم کتابوں کا تذکرہ بھی بخوبی کیا ہے، اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے، اللہ شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

● **القرطاس الصمیم فی تذکرۃ قاضی فضل الرحیم** ضخامت: ۱۶۲صفحات

مولف: مفتی محمد فاضل عظیم زئی جدون ناشر: دارالعلوم الباقیات الصالحات آدینہ، صوابی 0301-8355005

اہل علم وقلم اپنے اسلاف و اکابر کے تذکرے اس لئے محفوظ فرماتے ہیں تاکہ اسلاف و اکابر کی زندگیوں کے مثالی نمونے اور بے مثال کارنامے نوجوان نسل دیکھ کر اس سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوار سکیں، ان تذکراتی اور سوانحی کتب میں ایک مولانا مفتی قاضی محمد فاضل عظیم زئی جدون کی تالیف کردہ کتاب بھی ہے ۔

زیر تبصرہ کتاب القرطاس الصمیم ضلع صوابی کے چشم و چراغ، دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا قاضی فضل رحیم دیوبندی رحمہ اللہ کی حیات وخدمات اور ان کی اولاد واحفاد کے علمی سرگرمیوں کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل کاوش ہے، جسے مفتی محمد فاضل عظیم زئی جدون نے بہترین اسلوب اور عام فہم زبان میں مرتب کر کے ایک علمی خانوادے کی حالات اور تذکرے کو محفوظ کیا ہے ،اس کے علاوہ مؤلف موصوف نے ضلع صوابی کے مشہور علاقہ ''آدینہ'' کی تاریخ پر بھی مفصل انداز سے روشنی ڈالی ہے، مولف کی کوشش قابل صد ستائش ہے، اللہ تعالی اس کاوش کو قبولیت عطاء فرمائے (آمین)